فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ (الجاثیہ:۳۵)

فناءِ جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کا رجوع

اور اب ناشرین کتب کی ذمہ داری

تالیف

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان۔ پاکستان

دار النعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیئرنگ روڈ اردو بازار لاہور

فون: ۰۳۰۱-۴۴۴۱۸۰۵

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَاوَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (الجاثیہ:۳۵) پس اُس دن (دخول جہنم کے بعد) نہ نکالے جائیں گے وہ (کافرلوگ) اُس (جہنم) میں سے اور نہ اُن کی معذرتیں وتوبہ (اور دنیا میں لوٹنے کی جھوٹی تمنائیں) قبول کی جائیں گی۔

فناءِ جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کا رجوع

اور اب ناشرین کتب کی ذمہ داری

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

شیخ زید میڈیکل کالج رحیم یار خان پاکستان

ناشر

دارالنعیم۔اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام رسالہ: فناءِ جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کا رجوع
اور اب ناشرین کتب کی ذمہ داری

نام مصنف: ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

صفحات: ۱۲۰

تعداد: ۱۰۰۰

طبع اوّل: محرم الحرام ۱۴۴۴ھ اگست ۲۰۲۲ء

ناشر: دار النعیم اُردو بازار لاہور، پاکستان

مطبع:

اطلاع: یہ رسالہ ناشرین کتب (خصوصاً جو سیرۃ النبیؐ از علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اشاعت فرماتے رہتے ہیں) کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے تا کہ وہ اُس گزارش کی طرف توجہ فرمائیں جو زیرِ عنوان ''اب ناشرین کتب کی ذمہ داری'' رسالہ میں عرض کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں یہ رسالہ بڑے دینی و عصری اداروں کی لائبریریوں اور اُن کے بعض ذمہ دار احباب تک پہنچایا جا رہا ہے تا کہ یہ تحقیقی امانت اُمّتِ مسلمہ میں منتقل و محفوظ ہو سکے اور آئندہ بوقتِ ضرورت کام آ سکے۔ (مصنف و ناشر)

فہرست مضامین

رسالہ: فناءِ جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کا رجوع اور اب ناشرین کتب کی ذمہ داری

طبع اوّل

مضامین — صفحہ

تمہید ۶

تقریظ ۱۳

باب اوّل: اصحاب النار اور دوامِ جہنم

فصل اول: واضح آیات ۱۷

فصل دوم: واضح احادیث ۳۳

باب دوم: محکم ومتشابہ آیات

فصل اول: محکم ومتشابہ آیات کا حکم ۴۲

فصل دوم: آیات جن کو غلط فہمی سے فناءِ جہنم ثابت کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے ۴۸

باب سوم: علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تین ادوار

فصل اول: جہنم کی ابدیت وغیر ابدیت کے مسئلہ سے متعلق علامہ سید سلیمان ندویؒ تین ادوار سے گزرے تھے ۵۹

فصل دوم

(۱) علامہ سیدن ندویؒ کی اپنی تحریروں میں تضاد بھی ہے ۶۹
کافر مشرک اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے مسلمان، کافر کی سات قسمیں ہیں ۷۲
گنہگار و ریاکار مسلمان (اپنی جان پر ظلم کرنے والے مسلمان) ۷۳
نام نہاد مسلمان (اپنی جان پر ظلم کرنے والے مسلمان) ۷۹
(۲) فناءِ جہنم کے عقیدہ سے سید صاحبؒ کے رجوع ہونے کے اسباب
اول: اپنی مانگی ہوئی دعا کی قبولیت ۸۴
دوم: حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت ۸۵
(۳) کیا امام ابنِ تیمیہؒ و ابنِ القیمؒ نے فناءِ جہنم کے مسلک سے رجوع کر لیا تھا؟ ۸۶
باب چہارم: رجوعِ سلیمان کو اُن کی سیرۃ النبیؐ میں درج کروانے کی کوششیں
پہلا مرحلہ: حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ کا مکتوب اربابِ دارالمصنفین کے نام ۸۸
دوسرا مرحلہ (الف): بترتیبِ زمانی جن کتب و رسائل میں رجوعِ سلیمان کا تذکرہ راقم کو مل سکا ۹۱
نمبر (۱) کتاب: انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری ۹۱
نمبر (۲) رسالہ: بینات ۹۲
نمبر (۳) کتاب: تذکرۂ سلیمان ۹۲
نمبر (۴) کتاب: فتاویٰ عثمانی (جلد اوّل) ۹۳
نمبر (۵) رسالہ: معارف ۹۴
دوسرا مرحلہ (ب): بترتیبِ زمانی راقم کے مکتوبات، بات چیت اور کامیابی ۹۷

پہلا مکتوب: بنام مالک المیزان پبلشرز، لاہور ۹۷

دوسرا مکتوب: بنام مولانا سید سلمان ندوی صاحب بن مولانا سید سلیمان ندویؒ ۱۰۱

جواب مکتوب: بنام راقم ۱۰۳

فون نمبر (۱) مولانا سید سلمان ندوی صاحب حفظہ اللہ سے فون پر بات ۱۰۶

تیسرا مکتوب: بنام ڈائریکٹر، سیکرٹری صاحب، شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، انڈیا ۱۰۶

جواب مکتوب: بنام راقم ۱۰۸

چوتھا مکتوب: بنام موصوف ڈائریکٹر صاحب ۱۰۸

جواب مکتوب: بنام راقم ۱۰۹

پانچواں مکتوب: بنام مذکور ڈائریکٹر صاحب ۱۰۹

جواب مکتوب: بنام راقم ۱۱۰

فون نمبر (۲) شبلی اکیڈمی کے نائب مہتمم ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب حفظہ اللہ سے فون پر بات ۱۱۱

کامیابی: رجوعِ سلیمانؒ کا تقریباً ۷۵ سال بعد سیرت النبیؐ میں درج ہونا ۱۱۲

اب ناشرین کتب کی ذمہ داری ۱۱۲

خلاصہ رسالہ ۱۱۳

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

شبیر حسین ولد غلام حسین سندھو کہتا ہے کہ میری پیدائش پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع رحیم یار خان کے چک نمبر ۱۳۷ پی میں ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ ۱۹۸۳ء کے آخر میں قائدِ اعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں داخلے کے بعد وہاں کے تبلیغی احباب کی کوششوں کے نتیجہ میں جلد ہی دین کی طرف راغب ہوا اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی سُنت پر زندگی گزارنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایم بی بی ایس کی ڈگری ۱۹۹۰ء میں حاصل کی۔ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد احمد صاحب انصاری بہاولپوریؒ (م ۱۹ جمادی الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ) سے ایک دفعہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنے سر درد کی تکلیف کے لئے تعویذ لیا ہے جس پر یا جبرائیلؑ، یا علیؑ، یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ وغیرہ لکھا ہے تو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ فرمایا: کہ تم نے اس کی طرف دیکھا ہی کیوں تھا۔ بس پھر آہستہ آہستہ شرک چُھوٹتا گیا۔ مثلاً اپنی دادی اماں کے کہنے پر جو میں آسمانی بجلی سے بچاؤ کیلئے یا بابا فرید گنج شکر کہتا تھا، اور اس کو شرک بھی نہیں سمجھتا تھا حالانکہ یہ شرک ہی تھا، کو چھوڑ دیا اور شرکیہ تعویذ پہننے بھی چھوڑ دیے ۔ میں نے حضرت سے یہ مسئلہ بھی پوچھا تھا کہ کیا ہم یزید کو رحمتہ اللہ علیہ کہہ سکتے ہیں؟ فرمایا: نہیں کہہ سکتے وہ نہ تو اتنا بُرا تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں اور نہ اتنا اچھا تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ بُرا کہنے والوں کو تو میں سمجھ گیا کہ وہ میرے چچا، پھوپھا، ماموں وغیرہ ہیں جو چک نمبر ۱۳۴ پی رحیم یار خان میں ۱۰ محرم کا جلوس نکالتے ہیں لیکن اچھا کہنے والوں کو میں بعد میں سمجھا کہ وہ ناصبی ہیں جو یزید پلید کو رحمتہ اللہ علیہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک ۔ ڈاکٹری طالب علمی کے آخری سال کے پیپر دینے کے

بعداور پھر تبلیغ میں چلہ لگانے کے بعد میں نے ۱۵ مارچ ۱۹۹۰ء تا ۲۳ اپریل ۱۹۹۰ء تک مدرسہ بدرالعلوم حمادیہ واقع شہر رحیم یار خان میں حضرت مولانا عبدالغنی جاجرویؒ (م ۲۵ نومبر ۱۹۹۰ء) کی زندگی کا آخری دورہ تفسیر سُنا جس میں اِلٰہ کا مفہوم، عبادت کا مفہوم، مجھ پر واضح ہوا جس کو جاننے کا شوق مجھ پر اس چلہ میں بہت پیدا ہوا تھا۔ حضرت ماتحت الاسباب مدد مانگنے کو جائز اور غیر شرک جبکہ مافوق الاسباب مدد مانگنے کو ناجائز اور شرک سمجھتے اور سمجھاتے تھے۔ ۳۸ دن تک یہ دورہ تفسیر سننے کے بعد گائنی سبجیکٹ کا پیپر جس میں ڈیٹین ہوا تھا دے کر چار ماہ تبلیغی جماعت میں ختم نبوت والی محنت سیکھنے کیلئے چلا گیا۔ واپسی پر ایک سال کا ہاؤس جاب شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان سے کیا۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء تا اپریل ۱۹۹۷ء میں سات ماہ بیرون کینیا و یوگنڈا سے ہوتے ہوئے روانڈا پہنچا۔ چھ احباب کی جماعت کا ذمہ دار میں تھا۔ پانچ عیسائی اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ اس سفر سے واپسی پر مختلف جگہوں پر بطور میڈیکل آفیسر کام کرتا رہا اور جماعت سے منسلک رہا۔ اپریل ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء تک کے دورانیہ میں شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان کی کنٹریکٹ ملازمت سے مستعفی ہو کر سارے دن کا وقت تبلیغی مرکز رحیم یار خان میں گزارتا تھا۔ اس دورانیہ میں ہر سال چار ماہ کے لیے جماعت میں صرف دو دفعہ جا سکا۔ تیسری دفعہ چلہ لگانے کے بعد گھر واپس آ گیا کیونکہ کمر درد کی تکلیف ہو گئی تھی۔ ۲۰۰۵ء میں کمر کے اپریشن کے کچھ عرصہ بعد شیخ زید ہسپتال کی ملازمت دوبارہ اختیار کی۔ ۲۰۰۶ء میں عمرہ اور ۲۰۰۷ء میں حج کیا۔ ۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۴ء کے دورانیہ میں جامع مسجد صدیقیہ تبلیغی مرکز رحیم یار خان میں کبھی کبھی میرے بیانات ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ بیان کے بعد مجھ سے تین پُرانے احباب جن میں دو ڈاکٹر اور ایک عالم تھا نے بیان کرنے کے انداز پر مذاکرہ کیا اور انہوں نے کہا کہ آپ سخت بیان کرتے ہیں نرمی کیجئے، اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ میں نے کہا میں نے تو بیان میں کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔ بات چیت کا موضوع کرشمۂ تقدیر سے اس طرف چلا

گیا کہ کافر ومشرک کی بھی مرنے کے بعد اگر اللہ چاہے تو بخشش ہو جائیگی ۔ میں نے دِل میں سوچا! مگر اللہ یہ چاہے گا نہیں ۔ اِس مجلس کے پانچویں شخص ڈاکٹر مسعود صدیق تھے جو خاموش ابزرور بنے رہے ۔ میں بعد میں حیران ہوا تھا کہ انہیں کیا ہوا ہے؟ کیا یہ قرآن نہیں پڑھتے جس میں صاف صاف لکھا ہے کہ روزِ محشر کافر ومشرک کی بخشش نہ ہوگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور قرآن کریم سے اِس سلسلے کی کافی آیات جمع کرلیں ۔ ۲۰۰۹ء میں میرے ساتھ کام کرنے والے ڈاکٹر اشفاق ناصر صاحب نے کہا آپ نماز میں کیا اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں آخر کار سب نے جہنم سے نکل ہی جانا ہے ۔ میں نے کہا ایسی بات نہیں ہے ۔ کہنے لگا ''ہے'' کیونکہ مفہومِ حدیث ہے کہ جہنم پر ایک وقت آئے گا کہ اُس میں کوئی نہیں ہوگا اور جہنم کے دروازے آپس میں کھٹکھٹائیں گے ۔ میں نے کہا کفر وشرک پر مرنے والے تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ۔ اس نے کہا جاؤ پہلے مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبیؐ حصہ چہارم میں بابِ دوزخ جا کر پڑھو پھر مجھ سے بات کرنا ۔ سید صاحبؒ یہ بات وہاں لکھ رہے ہیں ۔ میں نے کہا وہ اتنے بڑے عالم ہیں، یہ بات نہیں لکھ سکتے ۔ آپ کو ان کی تحریر سمجھنے میں غلطی لگی ہوگی ۔ اس نے پھر نہایت پُر اعتماد لہجے میں کہا جاؤ پڑھو پھر بات کرنا ۔ میں نے کہا اچھا! پھر میری بھی سُنو! اگر آپ کی بات وہاں ثابت ہوگئی تو میں پھر بھی نہیں مانوں گا ۔ پھر یہ سید صاحبؒ کی اجتہادی غلطی ہوگی ۔ میری اس جرأت مندانہ بات کی وجہ وہی تیاری تھی جو میرے اپنے تبلیغی احباب نے غالباً ۲۰۰۳ء میں کرادی تھی ۔ میں نے اُسی دن گھر آتے ہی بابِ دوزخ کے متعلقہ صفحات پڑھ لئے تو میں حیران رہ گیا کہ ڈاکٹر صاحب کی بات صحیح ہے ۔ میں نے اگلے دن انہیں جا کر دکھایا کہ آپ کی بات تو درست ہے، مگر سید صاحب یہ بات ڈرتے ڈرتے لکھ رہے ہیں، ساتھ ساتھ معافی اور توبہ کی توفیق بھی اللہ سے مانگ رہے ہیں اور ان کو ''کیا دوزخ کی انتہا ہے'' کے نیچے والا حاشیہ دکھایا جس میں یہ بات لکھی ہوئی ہے مگر انہوں نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا کہ جاؤ پھر کیا

ہوا اوپر لکھا ہوا تو ہے۔ میں اس پر خاموش ہو گیا۔ اگلے سات دن بہت پریشان رہا حتیٰ کہ ایک دن میری بیوی نے کہا کہ آپ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ جب میری پریشانی کی حد ہو گئی تو اللہ کی مدد آ گئی اور مجھے سید صاحبؒ کا رجوع مل گیا جو میں نے سب کو دکھایا۔ ۲۰۱۰ء میں میری کمر کا دوسرا آپریشن ہوا جس کے بعد تبلیغی سفر کرنا مشکل ہو گیا۔ میں سوچا کرتا تھا کہ کسی عالم نے سید صاحبؒ کے اس رجوع کو سیرت النبیؐ جلد چہارم میں درج کروا دیا ہو گا۔ موسم گرما ۲۰۱۶ء کی چھٹیوں میں خیال آیا کہ میں دین کی کیا خدمت کر سکتا ہوں کیونکہ چلہ پر جانا تو اب دشوار ہے۔ خیال آیا کہ جدید ایڈیشن سیرت النبیؐ حصہ چہارم کو دیکھوں آیا کہ اس میں رجوع درج کر دیا گیا ہے یا نہیں۔ انٹرنیٹ سے ۲۰۱۳ء کا ایک ایڈیشن ملا۔ پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ رجوع درج نہیں ہوا ہے۔ میں کتاب انوار الباری میں درج شدہ یہ رجوع لیکر مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار، لاہور پہنچا جہاں سے میں نے ۲۰۰۹ء میں چلہ لگانے کے بعد واپسی پر اس کتاب کو خریدا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سیرت کی اشاعت سامنے المیز ان پبلشرز والے کرتے ہیں۔ میں وہاں گیا اور رجوع کا حوالہ دکھا کر جناب محمد شاہد عادل صاحب سے عرض کیا کہ وہ اس رجوع کو آئندہ اشاعت میں درج فرما دیں۔ اس سفر میں میرے پڑوسی دوست بھائی محمد شہزاد عباسی صاحب ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ رجوع جس رسالہ بینات میں درج ہے اُس کو لے کر آؤ تو میں پھر دیکھوں گا۔ ہمیں بھی کوئی پوچھنے والا ہے۔ میں نے کہا کہ وہ تو ۱۹۶۸ء ماہ ستمبر کا ہے اتنا پُرانا میں کہاں سے لاؤں۔ انہوں نے مجھے جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور جانے کا مشورہ دیا تو پھر ہم دونوں وہاں چلے گئے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اُس کی تفصیل میرے اُن خطوط میں ملے گی جو اس رسالہ میں درج کر دیے گئے ہیں۔ یہ وہ حالات و مُحرِّکات تھے جو نتیجتاً اس رسالہ کو لکھنے کا باعث ہوئے۔

پیشِ نظر رسالہ ''فناءِ جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندویؒ کا رجوع اور اب

ناشرین کتب کی ذمہ داری'' اردو میں لکھا گیا ہے۔ چار ابواب ہیں۔ کہیں کہیں وضاحت کیلئے راقم نے نوٹ لکھے ہیں۔ کتاب کا حجم کم رہے اِس وجہ سے آیات واحادیث کا عربی متن نہیں لکھا۔ مُندَرجہ حوالہ جات کی مدد سے عربی متن دیکھا جا سکتا ہے۔ آیات کا حوالہ دے کر ترجمہ شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مَدَّ ظِلُّہُم دار العلوم کراچی کے'' توضیح القرآن۔ آسان ترجمہ قرآن ضروری تشریحات کے ساتھ'' سے منقول ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تفسیر بغیر حوالہ کے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی ہے۔ بصورتِ دیگر مترجم ومفسر کا نام درج ہے۔ پہلے باب میں قرآن مجید کی کچھ منتخب آیات درج کی گئی ہیں، اور کچھ منتخب احادیث بھی ہیں، جو خاص کر جہنم کی ہمیشگی اور دوام پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسرے باب میں قرآن کریم کی محکم ومتشابہ آیات سے متعلق قانونِ الٰہی کا بیان ہے جس کو ہر آن گھڑی مدنظر رکھ کر ہزاروں فتنوں سے بچا جا سکتا ہے۔ تیسرے باب میں جہنم کی ابدیت وغیر ابدیت کے سلسلے سے متعلق علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تین ادوار کا تذکرہ ہے۔ چوتھے باب میں اُن کوششوں کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فناء جہنم کے عقیدہ سے رجوع کو اُن کی سیرۃ النبیؐ حصہ چہارم میں'' کیا دوزخ کی انتہا ہے'' کے حاشیہ پر پہلی مرتبہ درج کر دیا گیا ہے۔ یہ طباعت ناشر دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ (ہند) کے نائب مہتمم ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی حفظہ اللہ کی طرف سے ۲۰۱۹ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ ۷۵ سال سے یہ رجوع دیگر کتب ورسائل میں گردش کرتا رہا ہے۔

واضح ہو کہ بعض جگہ مسلم معاشرے میں جو یہ بات چل رہی ہے کہ کافروں کو بھی جہنم سے نکال لیا جائے گا، یہ دراصل ایک بنیادی اُصولِ قرآن فہمی (جس کی تفصیل دوسرے باب میں ہے) کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ یہودی لابی سے متاثر ہونا ہے۔ یہودی لاف زنی کرتے ہیں کہ: ''چند روز کے بعد جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی۔'' (دیکھو البقرہ :۸۰)۔ اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں ان کا رد فرماتا ہے اور عمومی انداز میں خبردار فرماتا ہے کہ

:''جولوگ بھی بدی کماتے ہیں اوران کی بدی انہیں گھیر لیتی ہے تو ایسے لوگ ہی جہنم کے باسی ہیں ۔وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔''۔جہاں تک جہمیوں (دیکھوصفحہ ۹۷ گنہگار وریاکار مسلمان (نمبر۴) جہمیہ) کا تعلق ہے تو یہ دراصل یہودی لابی کو بڑھاوا دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہنم ہی کوختم کر دیا جائے گا۔یہودی کافر ہیں اور یہ جہمیہ زندیق (مُلحد)۔

سوشل میڈیا پر بعض مذہبی سکالر جیسا کہ میرے رقیب ڈاکٹر اشفاق ناصر صاحب نے ۱۴ستمبر ۲۰۲۰ء کوایک کلپ جاوید غامدی صاحب کا بھیجا جوسورۃ ھود کی آیت ۱۰۷ سے غلط استدلال کرتے ہوئے تقریباً وہی غلطی دہرارہے ہیں جس غلطی سے علامہ سید سلیمان ندویؒ رجوع فرما چکے تھے۔رجوع میں سید صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ غلطی مجھ سے ابنِ تیمیہؒ کی پیروی میں ہوئی۔بعض اہلِ علم اس کے قائل ہیں کہ فناء نار کا نظریہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمھما اللہ کا نہیں تھا اور بعض اہلِ علم فناء نار کا نظریہ انہیں کا سمجھتے ہوئے اُن پر نقد کرتے ہیں ۔(دیکھوتقریظ)۔اِن دونوں احتمالات میں سے کوئی ایک تو ضرور صحیح ہوگا۔اگر بالفرض اِس نظریہ کی نسبت ان حضرات کی طرف صحیح ہے تو پھر یہ اِن مشائخِ اسلام کی اجتہادی غلطی ہے جو ہم دہرا نہیں سکتے بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ اِن حضرات کی فقہی نظروں نے بنیادی اُصولِ قرآن فہمی (قانونِ الٰہی جو آل عمران آیت ۷ میں ہے) کو نظر انداز کرتے ہوئے متشابہ آیات سے غلط مطلب اخذ فرمایا ہے جو محکم آیات کی مخالفت کرتا ہے اور یہ حضرات بُھول کر فرمانِ الٰہی کی حکم عدولی کر بیٹھے ہیں اور شیطان نے انہیں پَرسلا دیا تھا۔اگر کوئی صاحب ایسے مشائخ کی پیروی میں ایسے عقائد رکھتا ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ سید صاحبؒ کی طرح رجوع فرمالے اور ساتھ ہی قصہ آدم (علیہ السلام) درممنوعہ جنتی شجر چکھنے میں جو فرمانِ خُدا بُھلایا گیا تھا اُس میں اور اِس فرمانِ خُدا میں کیا چیزیں مشترک بنتی ہیں اُن پر از خود غور فرمالے ،اور اپنے اِن مشائخ کیلئے بخشش کی دُعا فرمائے کیونکہ وہ ہمارے اسلاف تھے اور اُن کی مجموعی طور پر خدماتِ دینیہ اِسی کا تقاضا فرماتی ہیں۔جہاں تک جان

بوجھ کر ایسا کفریہ نظریہ فناء نار پھیلانے والوں کا تعلق ہے تو اُن کی مثال ٹھیک وفد نصاریٰ نجران سے ملتی ہے جو جان بوجھ کر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کفریہ عقائد پر بضد تھے۔ جب حضور پاک ﷺ انہیں محکم آیات کے ذریعے سے سمجھاتے تو وہ متشابہ آیات کا حوالہ دے کر مسیح علیہ السلام کیلئے ابن اللہ کا عقیدہ نکالتے اور محکمات سے صرفِ نظر برتتے۔ تمام باطل عقائد والوں کا یہی حال ہوتا ہے اور ایسے ہی لوگوں سے بچنے کی نصیحت قرآن (دیکھو سورۃ اعراف آیت ۲۷ صفحہ ۶۴) اور حدیث (صحیح مسلم ۶۷۷۵ صفحہ ۴۷، ۴۸) میں آئی ہے جس کی تفصیل ناظرین بابِ دوم میں پڑھنے والے ہیں۔

میں جامعۃ الرشید کراچی کے اُن تمام علمائے کرام کا شکر گذار ہوں جنہوں نے ۵ جمادی الاول ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر جامعہ کے چمن میں اپنی خصوصی مجلس میں اِس رجوع کے کام کی کارگزاری کے سلسلے میں مجھے سنا۔ خصوصاً مہتمم جامعہ حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ جنہوں نے خود مجھے مائیک پیش کیا۔ مفتی سیف اللہ تونسوی صاحب جنہوں نے تقریظ لکھی اور رسالہ کا نام تجویز فرمایا اور بعض مقامات کی تصحیح فرمائی۔ مولانا انجینئر محمد عثمان یوسف صاحب جنہوں نے تقریظ کے سلسلے میں میری یاس کو آس میں تبدیل کیا۔ مفتی عبدالواحد صاحب جنہوں نے میری مہمان نوازی کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ میری اور میرے تمام معاونین کی اِس محنت کو قبول فرما کر اُمّتِ مُسلِمہ کیلئے مفید بنائے۔ آمین۔

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

پیر ۶ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰ جنوری ۲۰۲۲ء

رحیم یار خان۔ پاکستان

تقریظ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنامحمدوعلی آله و صحبه اجمعین ،امابعد:

اللہ جل شانہ نے عالمِ دنیا کو دارالامتحان اور عالمِ آخرت کو دارالجزاء بنایا ہے۔اہلِ ایمان جلد یا بدیر اللہ جل شانہ کے خصوصی فضل وکرم سے ایمان کی بدولت جنت میں داخل کر دیے جائیں گے اور کفار کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔جنت اور جہنم ہمیشہ رہیں گی۔ان پر فناء نہیں آئے گی۔قرآن مجید کی متعدد آیات جنت اور جہنم کی ہمیشگی اور دوام پر دلالت کرتی ہیں۔اسی طرح متعدد احادیث مبارکہ سے بھی جہنم کا دوام ثابت ہوتا ہے اور جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا اسی پر اتفاق ہے۔البتہ علامہ ابن عربی رحمہ اللہ (۶۳۸ھ) اور علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) اور ابن القیم (۷۵۱ھ) رحمہما اللہ کی طرف اس سلسلے میں اہل السنۃ والجماعۃ سے ہٹ کر موقف منسوب ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (۹۷۳ھ)،الیواقیت کے مقدمہ میں علامہ ابن عربی رحمہ اللہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ (ابن عربیؒ) قرآن وسنت کے پابند تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ایک لمحہ کے لئے بھی میزانِ شریعت کو اپنے ہاتھ سے پھینک دے گا، وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔اُن کی تصانیف میں جو عبارتیں ظاہر شریعت سے معارض ہیں وہ سب مدسوس ہیں، دوسروں نے داخل کی ہیں۔مجھے اس حقیقت سے سیدی ابوالطاہر المغربی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا جو اس وقت مکہ معظّمہ میں مقیم تھے۔انہوں نے مجھے فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ دکھایا جس کا مقابلہ انہوں نے قونیہ میں شیخ اکبر کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ سے کیا تھا۔اُس نسخہ میں وہ

فقرے نہیں تھے جو میرے نسخہ میں تھے اور ان فقروں میں مجھے توقف تھا اور فتوحات مکیہ کے اختصار کرتے وقت میں نے انہیں حذف کر دیا تھا۔ زنادقہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) کے سرہانے گمراہ کن عقائد رکھ دیے تھے۔ اگر امام صاحب کے متعلقین ان کے عقائد کی درستگی سے بخوبی آگاہ نہ ہوتے تو ایک بڑے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے۔

امام شعرانیؒ آگے لکھتے ہیں: اسی طرح علامہ مجد الدین فیروز پوری رحمہ اللہ کی طرف ایک کتاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (۱۵۰ھ) کے رد اور تکفیر میں منسوب کی گئی جس سے انہوں نے براءت ظاہر کی اور شیخ ابو بکر الخیاط رحمہ اللہ کو لکھا کہ اگر یہ کتاب آپ کے پاس ہے تو جلا دیجیے۔ میں امام ابو حنیفہؒ کے بڑے مداحوں میں سے ہوں۔ اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ (۵۰۵ھ، ۱۱۱۱ء) کی تصنیف احیاء العلوم میں تدسیس کر دی گئی تھی جو قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ، ۱۱۴۹ء) کے ہاتھ لگ گئی اور انہوں نے اسے جلانے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح میری کتاب ''البحر المورود'' میں کسی نے گمراہ کن عقائد ٹھونس دیے۔ تین سال تک یہ کتاب میری زندگی میں متداول رہی۔ (الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر: ۱/ ۲۲، ط: دار إحیاء التراث) امام شعرانیؒ مزید لکھتے ہیں: وہ شخص کذاب اور مفتری ہے جس نے شیخ اکبر کی کتابوں: فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ میں یہ مضامین ٹھونس دیے کہ اہل النار آخر کار جہنم سے لطف اندوز ہونے لگیں گے۔ (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر: ۱/ ۵۴۲، ط: دار إحیاء التراث)

علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کے ہم عصر علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) نے اپنے رسالہ ''الاعتبار ببقاء الجنۃ والنار'' میں ان حضرات پر بھرپور نقد کیا ہے۔ اپنے اس مختصر رسالہ کو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے مبرہن کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۰۰ قرآنی آیات جنت اور جہنم کی ہمیشگی اور دوام پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں ۶۰ آیات جہنم کے دوام پر اور ۴۰ آیات جنت کے دوام پر دلالت کرتی ہیں۔ ۳۴ آیات میں جہنم

کیلئے خلود سے مشتق الفاظ اور ۳۸ میں جنت کیلئے استعمال کیے گئے ہیں جبکہ جہنم کیلئے چار جگہ خلود اور تابیدا کٹھے اور جنت کیلئے سات مرتبہ مذکور ہیں۔علامہ سبکیؒ نے فناء دوزخ کے قائلین کے دلائل کے مسکت جوابات دیے ہیں اور اس نظریہ کو امت کے اجماع کے خلاف قرار دیا ہے۔

امیر محمد ابن اسماعیل الصنعانیؒ (۱۱۸۲ھ) نے اپنی کتاب ''رفع الاستار لِابطال ادلتہ القائلین بفناء النار'' میں علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمھما اللہ کے اس موقف پر تفصیلی رد لکھا ہے۔لیکن علامہ ناصر الدین البانیؒ (۱۴۲۰ھ) نے اس کتاب پر اپنی تحقیق کے مقدمہ میں علامہ ابن تیمیہؒ سے اس قول کے انتساب کی نفی کی ہے۔بعض دیگر عرب اہل علم بھی اس کے قائل ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمھما اللہ کا یہ نظریہ نہیں تھا،لیکن نامور محقق دکتور سعید عبداللطیف فودۃ حفظہ اللہ اپنی کتاب ''اصحاب النار ومصیرھم فی الکتاب والسنۃ وآراء الفرق الاسلامیۃ'' میں ان حضرات سے اس قول کی نفی کی توجیہات پر مطمئن نظر نہیں آتے۔

ہندوستان کے نامور عظیم محقق علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ (۱۳۷۳ھ،۱۹۵۳ء) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سیرت النبیؐ'' میں ابتداءً فناء نار والے قول کو اختیار کیا، پھر بعد کی اشاعت میں جمہور کا قول بھی مدلل طریقے سے تحریر فرما دیا تھا۔اس کے بعد جمہور کے موقف کو مکمل طور پر اپنا لیا اور اس پر رسالہ معارف اعظم گڑھ (ہند) جلد ۵۱، شمارہ نمبر ۱ بمطابق جنوری ۱۹۴۳ء میں اپنا رجوع شائع فرمایا۔اس سے پہلے سید صاحب نے آپ ﷺ کی معراج روحانی کے قول سے رجوع فرمایا اور بعد کی اشاعت میں اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف معراج جسمانی کو مدلل کر کے درج فرمایا۔لیکن فناء نار کے مسئلہ میں سیرت النبیؐ میں جمہور کے موقف کے ساتھ ساتھ ان کا رجوع عنہ موقف بھی ''باب دوزخ'' میں مذکور ہوتا آیا ہے۔مولانا سید احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ (۱۴۱۸ھ) نے دارالمصنفین کے منتظمین کو اس طرف متوجہ کیا مگر انہوں نے معارف میں چھپے رجوع کو کافی سمجھا۔

مولانا بجنوری (انور الباری:۱۹/ ۳۱۲) میں لکھتے ہیں: نہایت ضروری تھا کہ رجوع کی اس عبارت کو سیرت النبیؐ وغیرہ کے ساتھ بھی شائع کر دیا جاتا اور مقامات کی اصلاح بھی رجوع شدہ رائے کے مطابق کر دی جاتی، مگر ارباب دارالمصطفین نے اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی، اور خط لکھ کر توجہ دلائی بھی گئی تو جواب ملا کہ حضرتؒ کا رجوع تو معارف میں شائع ہو گیا تھا، وہ کافی ہے۔

زیر نظر رسالہ ''فناء جہنم کے عقیدہ سے علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا رجوع اور اب ناشرین کتب کی ذمہ داری'' کے مصنف ڈاکٹر شبیر حسین سندھو صاحب جو کہ پیشہ کے لحاظ سے ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں اور تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں، ان کی اس سلسلہ میں مسلسل کوشش کے نتیجہ میں شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ انڈیا نے نئی طباعت ۲۰۱۹ء میں رجوع کو'' کیا دوزخ کی انتہاء ہے'' کے حاشیہ پر ذکر کر دیا۔ اب ڈاکٹر صاحب نے یہ رسالہ ترتیب دیا تاکہ برصغیر پاک و ہند کے تمام ناشرین کو مدلل طریقے سے قائل کیا جا سکے کہ سید صاحب رحمہ اللہ کے اس رجوع کے بعد صرف جمہور کا موقف ہی شائع کیا جائے تاکہ قارئین غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ بندہ نے ڈاکٹر صاحب کو اس سلسلہ میں چند مشورے بھی دیے ہیں۔ امید ہے وہ ان کی امکانی حد تک رعایت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ ہم امید کرتے ہیں ناشرین حضرات ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش کی قدردانی کریں گے اور سیرت النبیؐ میں صرف جمہور کا قول ہی طبع فرمائیں گے اور مذکورہ مقام کی سید صاحب کی رجوع شدہ آخری رائے کے مطابق اصلاح فرمائیں گے، ورنہ کم از کم رجوع کی عبارت ضرور بالضرور جلی انداز میں درج فرمائیں گے۔

مفتی سیف اللہ تونسوی

استاذ حدیث جامعۃ الرشید، کراچی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۴۳ھ، ۱۳ فروری ۲۰۲۲ء

باب اوّل

اصحاب النار اور دوام جہنم

جس میں دو فصلیں ہیں

فصل اول

واضح آیات

(جن میں خبر دے دی گئی ہے کہ اصحاب النار یعنی کافروں کو جہنم سے نہیں نکالا جائے گا)

درج ذیل حوالہ جاتِ آیات جن کا عربی متن نہیں لکھا کے کل ۲۴ نمبرات بنائے گئے ہیں۔تشریح میں فائدہ (ف) نمبر متعلقہ تفسیر کا ہی درج کیا گیا ہے تا کہ مراجعت میں آسانی رہے۔بغیر حوالہ ترجمہ وتفسیر حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا ہے۔پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوگا۔

قرآن کریم میں کافروں کو اصحاب النار کے لقب سے ملقب کر کے واضح طور پر خبر دے دی گئی ہے کہ انہیں جہنم سے نہیں نکالا جائے گا اور ان کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہی رہے گا ۔وہاں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔ ۲۴ نمبرات

﴿نمبر۱: البقرہ آیت ۳۹﴾ اور جو لوگ کفر کا ارتکاب کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(۳۹)

﴿نمبر۲: البقرہ آیت ۸۰،۸۱﴾ اور یہودیوں نے کہا ہے کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔آپ ان سے کہیے کہ کیا تم نے اللہ کی طرف سے کوئی

عہد لے رکھا ہے جس کی بنا پر وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا' یا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں کچھ پتہ نہیں؟ (۸۰) (آگ تمہیں) کیوں نہیں (چھوئے گی)؟ جو لوگ بھی بدی کماتے ہیں اور ان کی بدی انہیں گھیر لیتی ہے (ف ۵۷) تو ایسے لوگ ہی دوزخ کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (۸۱)

(ف ۵۷) بدی کے گھیرے میں لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کریں جس کے بعد کوئی نیک عمل آخرت میں کارآمد نہ ہو' اور وہ گناہ کفر اور شرک ہے۔

نوٹ راقم: البقرہ آیت ۸۰ (اور آل عمران ۲۴ بھی) بتا رہی ہیں کہ کافروں کے لئے جہنم سے نکلنے کا خود ساختہ عقیدہ کسی یہودی کا ہو سکتا ہے، مسلمان کا نہیں۔ یہود کے اقوال ہیں کہ ہم سات دن، چالیس دن (جتنے روز بچھڑے کی پوجا کی تھی)، چالیس سال (جتنی مدت وادی تیہ میں سرگردان رہے تھے) یا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا، بس اتنا عرصہ جہنم میں رہیں گے (دیکھو تفسیر عثمانی)۔ مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں سورہ الانعام آیت ۱۲۸ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: (جہنم ختم ہونے کے سلسلے میں) ابن تیمیہؒ کا شاذ قول یہود کے قول کے مشابہ ہے۔ یاد رہے موصوف کاندھلوی صاحب ان علماء میں سے ہیں جو یہی سمجھے ہیں کہ یہ قول ابن تیمیہؒ ہی کا ہے حالانکہ بعض علماء کے نزدیک یہ قول اُن کا نہیں ہے (دیکھو: تقریظ صفحہ ۱۵)

﴿نمبر ۳: البقرہ آیات ۱۵۹' ۱۶۰' ۱۶۱' ۱۶۲' ۱۶۷﴾ بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں' باوجود یکہ ہم انہیں کتاب میں کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں' (ف ۱۰۴) تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ (۱۵۹) ہاں وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی ہو اور اپنی اصلاح کر لی ہو اور (چھپائی ہوئی باتوں کو) کھول کھول کر بیان کر دیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں۔ اور میں توبہ قبول کرنے کا خوگر ہوں' بڑا رحمت والا (۱۶۰)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے ان پر اللہ کی ا ور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے (۱۶۱) وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے۔ نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ (۱۶۲) اور جنہوں نے ان (پیشواؤں) کی پیروی کی تھی وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر (دنیا میں) لوٹنے کا موقع دے دیا جائے تو ہم بھی ان (پیشواؤں) سے اسی طرح بے تعلقی کا اعلان کریں جیسے انہوں نے ہم سے بے تعلقی کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح اللہ انہیں دکھادے گا کہ ان کے اعمال (آج) ان کے لئے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں اور اب وہ کسی صورت دوزخ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔ (۱۶۷)

(ف ۱۰۴) اشارہ ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف ہے جو پچھلی آسمانی کتابوں میں مذکور ان بشارتوں کو چھپاتے تھے جو آنحضرت ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔

نوٹ راقم: دنیا میں لوٹنے کی تمنا اور پیشواؤں سے بے تعلقی کا اعلان دراصل یہ ان کا جھوٹ ہوگا جس کی تفصیل الانعام آیت نمبر ۲۷، ۲۸، ۲۹ میں آگے نمبر ۲۱ پر آ رہی ہے۔ لہٰذا، قرآن کریم میں جہاں جہاں کافروں مشرکوں کی معذرتوں کو پڑھا جائے اُن سب معذرتوں کو جھوٹا سمجھنا چاہیئے۔

﴿نمبر ۴: البقرہ آیت ۲۵۷﴾ اللہ ایمان والوں کا رکھوالا ہے؛ وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے رکھوالے وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں۔ وہ سب آگ کے باسی ہیں؛ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (۲۵۷)

﴿نمبر ۵: الاعراف آیت ۴۴، ۴۵﴾ اور جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ: ''ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے بالکل سچا پایا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟'' وہ

جواب میں کہیں گے: ''ہاں!'' اتنے میں ایک منادی اُن کے درمیان پکارے گا کہ: ''اللہ کی لعنت ہے اُن ظالموں پر (۴۴) جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے اور اُس میں ٹیڑھ نکالنا چاہتے تھے اور جو آخرت کا بالکل انکار کیا کرتے تھے۔'' (۴۵)

﴿نمبر۶: النساء آیت ۱۶۸، ۱۶۹﴾ جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے، (اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک کر ان پر) ظلم کیا ہے اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی اور راستہ دِکھانے والا ہے (۱۶۸) سوائے دوزخ کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بات اللہ کیلئے بہت معمولی بات ہے (۱۶۹)

﴿نمبر۷: الاحزاب آیت ۶۴، ۶۵﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے کافروں کو رحمت سے دُور کر دیا ہے اور اُن کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے (۶۴) جس میں وہ ہمیشہ اس طرح رہیں گے کہ اُنہیں نہ کوئی حمایتی مل سکے گا اور نہ کوئی مددگار۔ (۶۵)

﴿نمبر۸: النساء آیت ۱۱۶﴾ بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کمتر ہر گناہ کی جس کے لیے چاہتا ہے بخشش کر دیتا ہے۔ (ف ۶۹) اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ راہِ راست سے بھٹک کر بہت دُور جا گرتا ہے۔ (۱۱۶)

(ف ۶۹) یعنی شرک سے کم کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ جب چاہے توبہ کے بغیر بھی محض اپنے فضل سے معاف کر سکتا ہے لیکن شرک کی معافی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ مشرک اپنے شرک سے سچی توبہ کر کے موت سے پہلے پہلے اسلام قبول کرے اور توحید پر ایمان لے آئے۔ یہی مضمون پیچھے آیت نمبر ۴۸ میں بھی گزر چکا ہے۔

﴿نمبر۹: المائدہ آیت ۳۷﴾ وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں اور ان کو ایسا عذاب ہوگا جو قائم رہے گا۔ (۳۷)

نوٹ راقم: کافروں پر جہنم کا عذاب ہمیشہ قائم رہنے کی خبر سورہ توبہ آیت

۶۸ الزمر آیت ۴۰ شوریٰ آیت ۴۵ میں بھی ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خبریں کبھی بدلتی نہیں ہیں۔

﴿نمبر۱۰: المائدہ آیت ۷۲﴾ وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ''اللہ مسیح ابنِ مریم ہی ہے'' حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ ''اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے' اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے' اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے' اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں' ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے'' (۷۲)

﴿نمبر۱۱: الاعراف آیت ۵۰﴾ اور دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ: ''ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو' یا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں' ان کا کوئی حصہ (ہم تک بھی پہنچا دو)'' وہ جواب دیں گے کہ: ''اللہ نے یہ دونوں چیزیں اُن کافروں پر حرام کر دی ہیں'' (۵۰)

﴿نمبر۱۲: الزخرف آیت ۷۴' ۷۵' ۷۶' ۷۷﴾ البتہ جو لوگ مجرم تھے' وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۷۴) وہ عذاب اُن کے لیے ہلکا نہیں پڑنے دیا جائے گا' اور وہ اُس میں مایوس پڑے ہوں گے۔ (۷۵) اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا' لیکن وہ خود ہی ظالم لوگ تھے۔ (۷۶) اور وہ (دوزخ کے فرشتے سے) پکار کر کہیں گے کہ: ''اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے۔'' (ف ۱۹) وہ کہے گا کہ: ''تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔'' (۷۷)

(ف ۱۹) دوزخ کی نگرانی پر جو فرشتہ مقرر ہے' اس کا نام ''مالک'' ہے۔ دوزخی لوگ عذاب کی شدت سے تنگ آ کر مالک سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرو کہ وہ ہمیں موت ہی دیدے۔ جواب میں ''مالک'' کی طرف سے کہا جائے گا کہ تمہیں اسی دوزخ میں زندہ رہنا ہوگا۔

﴿نمبر۱۳: النساء آیت ۵۶﴾ بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے، ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں جل جل کر پک جائیں گی، تو ہم انہیں ان کے بدلے دوسری کھالیں دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بیشک اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی۔ (۵۶)

﴿نمبر۱۴: الجاثیہ آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵﴾ یہ ہمارا (لکھوایا ہوا) دفتر ہے جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے۔ تم جو کچھ کرتے تھے، ہم اس سب کو لکھوا لیا کرتے تھے۔ (۲۹) چنانچہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو تو ان کا پروردگار رحمت میں داخل کرے گا یہی کھلی ہوئی کامیابی ہے (۳۰) رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اپنا لیا تھا، (ان سے کہا جائے گا کہ:) بھلا کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ پھر بھی تم نے تکبر سے کام لیا، اور مجرم بنے رہے، (۳۱) اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت وہ حقیقت ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں ہے، تو تم یہ کہتے تھے کہ: ''ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ اُس کے بارے میں ہم جو کچھ خیال کرتے ہیں، بس ایک گمان سا ہوتا ہے، اور ہمیں یقین بالکل نہیں ہے۔'' (۳۲) اور (اس موقع پر) اُنہوں نے جو اعمال کیے تھے، اُن کی برائیاں کھل کر اُن کے سامنے آ جائیں گی، اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑاتے تھے، وہی اُن کو آ گھیرے گی، (ف۱۰) (۳۳) اور اُن سے کہا جائے گا کہ: ''آج ہم تمہیں اُسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم نے یہ بات بھلا ڈالی تھی کہ تمہیں اپنے اس دن کا سامنا کرنا ہوگا، اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمہیں کسی قسم کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ (۳۴) یہ سب اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا تھا، اور دُنیوی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ آج ایسے لوگوں کو نہ وہاں سے نکالا جائے گا، اور نہ اُن سے معافی مانگنے کو کہا جائے گا۔ (ف۱۱) (۳۵) (ف۱۰) یعنی دوزخ کے جس عذاب کا یہ کافر لوگ مذاق اُڑایا کرتے تھے، وہی

عذاب اُن کو آ گھیرے گا۔

(ف ۱۱) توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا دروازہ انسان کے لیے ساری زندگی کھلا ہوا ہے، لیکن مرنے کے بعد اور آخرت میں پہنچنے کے بعد یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے، اور وہاں معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اس لیے وہاں کسی سے یہ کہا بھی نہیں جائے گا کہ معافی مانگ لو۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

﴿نمبر ۱۵: محمد آیت ۳۴﴾ جن لوگوں نے کفر اَپنا لیا ہے، اور دُوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے، پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے ہیں، اللہ کبھی اُن کو نہیں بخشے گا۔ (۳۴)

﴿نمبر ۱۶: الفاطر آیت ۳۶، ۳۷، ۳۸﴾ اور جن لوگوں نے کفر کی رَوِش اپنا لی ہے، اُن کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو اُن کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر ہی جائیں، اور نہ اُن سے دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ ہر ناشکرے کافر کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (۳۶) اور وہ اُس دوزخ میں چیخ پکار مچائیں گے کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں باہر نکال دے تا کہ ہم جو کام پہلے کیا کرتے تھے، انہیں چھوڑ کر نیک عمل کریں۔'' (ان سے جواب میں کہا جائے گا کہ:) ''بھلا کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کسی کو اُس میں سوچنا سمجھنا ہوتا، وہ سمجھ لیتا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آیا تھا۔ (ف ۱۰) اب مزا چکھو، کیونکہ کوئی نہیں ہے جو ایسے ظالموں کا مددگار بنے۔'' (۳۷) بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ بیشک وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (۳۸)

(ف ۱۰) انسان کو اَوسطاً جتنی عمر دی جاتی ہے، وہ اتنی طویل ہے، اور اس میں انسان اتنے مختلف مراحل سے گزرتا ہے کہ اگر وہ واقعی حق تک پہنچنا چاہے تو پہنچ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے والے بھی اسی عمر کے دوران آتے رہتے ہیں۔ خبردار کرنے والے سے مراد انبیاء کرام اور اس اُمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ہیں جنہوں نے انسان کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ اور ہر دور میں علماء بھی یہ فریضہ انجام دیتے رہے ہیں، اور بعض مفسرین نے خبردار کرنے والے کی تفسیر یہ کی ہے کہ انسانی عمر کے مختلف مرحلوں پر جو چیزیں موت کی یاد دِلاتی ہیں، یہاں خبردار کرنے والے سے وہ مراد ہیں۔ چنانچہ بڑھاپے کے مقدمے کے طور پر جب انسان کے بال سفید ہوتے ہیں تو وہ بھی خبردار کرنے والا ہے، جب کسی کے یہاں اُس کا پوتا پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی ڈرانے والا ہے کہ موت کا وقت قریب آرہا ہے، نیز انسان کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں وہ سب بھی موت کی یاد دِلا کر اِنسان کو خبردار کرتی ہیں کہ وہ آخرت کی بہتری کا کوئی سامان کرلے۔

﴿الفاطر: آیت ۳۶، ۳۸ کی تفسیر﴾ از تفسیر عثمانی للشیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ (ف ۷، آیت ۳۶): ''نہ کفار کو جہنم میں موت آئے گی کہ اُسی سے تکالیف کا خاتمہ ہوجائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہ ہی سزا ہے۔ (ف ۳، آیت ۳۸): ''یعنی اُسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال وافعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں۔ کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلّا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو، پھر ایسی خطا نہ کرینگے، وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر ستّر دفعہ لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آسکتے۔ اِن کے مزاجوں کی اُفتاد ہی ایسی ہے۔ ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ'' انعام۔ رکوع ۳

نوٹ راقم: ''وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ'' سورہ الانعام کی آیت نمبر ۲۸ کا جزء ہے۔ مفسر موصوف نے یہاں ستّر دفعہ لکھا ہے جبکہ الزمر آیت نمبر ۵۹ کے ف ۸ میں اِسی جزء کا حوالہ دے کر ہزار مرتبہ لکھا ہے۔ ستّر دفعہ عربی کا محاورہ ہے اور ہزار مرتبہ اردو کا۔ مطلب یہ ہے کہ بالفرض جتنی دفعہ بھی دنیا میں بھیجا جائے انہوں نے

وہی کچھ کر کے آنا ہے جو اب کر کے آئے ہیں۔لہٰذا اِن جھوٹوں کو دنیا میں واپس نہیں کیا جائے گا۔بچوں کو بھی نہیں کیا جائے گا جیسے ایک روایت کا مفہوم ہے کہ سچے مومن شہید کی دنیا میں آ کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کو پورا نہیں کیا جائے گا۔

﴿نمبر۱۷:الاعلیٰ آیت ۱۳﴾ پھر اُس آگ میں نہ مرے گا' اور نہ جئے گا۔(ف ۵)

(۱۳)(ف ۵)یعنی زندہ رہنے کا کوئی آرام اُسے حاصل نہیں ہوگا۔

﴿نمبر۱۸: طٰہٰ آیت ۷۴﴾ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم بن کر آئے گا' اُس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جئے گا(ف ۲۷)۔(۷۴)

(ف ۲۷)مرے گا تو اس لیے نہیں کہ وہاں کسی کو موت نہیں آئے گی۔اور جینے کی جو نفی کی گئی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جینا چونکہ موت سے بھی بدتر ہوگا۔اس لیے وہ جینے میں شمار کرنے کے لائق نہیں ہوگا۔اَعاذَنا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِك۔

﴿نمبر۱۹:الکہف آیت ۱۰۲'۱۰۳'۱۰۴'۱۰۵'۱۰۶﴾ جن لوگوں نے کفر اَپنا لیا ہے' کیا وہ پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے ہی بندوں کو اَپنا رکھوالا بنا لیں گے؟ یقین رکھو کہ ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔(۱۰۲) کہہ دو کہ:''کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون لوگ ہیں جو اَپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ہیں؟(۱۰۳) یہ وہ لوگ ہیں کہ دُنیوی زندگی میں ان کی ساری دوڑ دھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی' اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں(ف ۵۲)۔(۱۰۴) یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اُس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا' اس لیے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہو گیا' چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے۔(۱۰۵) یہ ہے جہنم کی شکل میں اُن کی سزا' کیونکہ انہوں نے کفر کی رَوِش اختیار کی تھی' اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا۔(۱۰۶)

(ف ۵۲)اس آیت کریمہ نے یہ بڑی اہم حقیقت واضح فرمائی ہے کہ کسی عمل کے

مقبول ہونے کے لیے صرف خلوصِ نیت کافی نہیں ہے' بلکہ راستے کا سیدھا ہونا بھی ضروری ہے' بہت سے کافر خلوص کے ساتھ ایک کام کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں' لیکن چونکہ وہ کام انہوں نے خود اپنی طرف سے گھڑا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ یا اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی طرف سے اُس کام کی کوئی سند نہیں ہوتی' اس لئے وہ ساری محنت اکارت ہو کر رہ جاتی ہے۔

﴿نمبر۲۰: المومنون آیت ۱۰۳' ۱۰۴' ۱۰۵' ۱۰۶' ۱۰۷' ۱۰۸' ۱۰۹' ۱۱۰﴾ اور جن کے پلڑے ہلکے پڑ گئے' تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے لئے گھاٹے کا سودا کیا تھا' وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(۱۰۳) آگ اُن کے چہروں کو جھلس ڈالے گی' اور اُس میں اُن کی صورتیں بگڑ جائیں گی۔(۱۰۴) (اُن سے کہا جائے گا کہ:) ''کیا میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ اور تم اُن کو جھٹلایا کرتے تھے۔(۱۰۵) وہ کہیں گے: ''ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی تھی' اور ہم گمراہ لوگ تھے۔(۱۰۶) ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے باہر نکال دیجیے' پھر اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے۔''(۱۰۷) اللہ فرمائے گا: ''اسی (دوزخ) میں ذلیل ہو کر پڑے رہو' اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔(۱۰۸) میرے بندوں میں سے ایک جماعت یہ دُعا کرتی تھی کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں' پس ہمیں بخش دیجیے' اور ہم پر رحم فرمایئے' اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں،(۱۰۹) تو تم نے ان لوگوں کا مذاق بنایا تھا۔ یہاں تک کہ اُن ہی (کے ساتھ چھیڑ چھاڑ) نے تمہیں میری یاد سے غافل کر دیا' اور تم اُن کی ہنسی اُڑاتے رہے۔(ف۳۳)(۱۱۰)

(ف۳۳) یعنی تمہارا جرم صرف یہی نہیں ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے حقوق پامال کیئے، بلکہ نیک بندوں پر ظلم کر کے حقوق العباد بھی پامال کیئے۔اس دن کی ہولناک سزا سے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا' مگر تم اس کا مذاق اُڑاتے رہے' اس لئے اب تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔

﴿ المومنون: آیت ۱۰۸،۱۰۹ کی تفسیر ﴾ از تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی (ف ۸): یعنی بَک بَک مت کرو، جو کیا تھا اب اُس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہو جائیگی۔ بجُز زفیر وشہیق کے کچھ کلام نہ کرسکیں گے۔ العیاذ باللہ

﴿ نمبر۲۱: الانعام آیت ۲۷، ۲۸، ۲۹ ﴾ اور (بڑا ہولناک نظارہ ہوگا) اگر تم وہ وقت دیکھو جب ان کو دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، اور یہ کہیں گے: ''اے کاش! ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے، تاکہ اس بار ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں، اور ہمارا شمار مومنون میں ہو جائے!'' (۲۷) حالانکہ (ان کی یہ آرزو بھی سچی نہ ہوگی) بلکہ دراصل وہ چیز (یعنی آخرت) ان کے سامنے کھل کر آچکی ہوگی جسے وہ پہلے چھپایا کرتے تھے، (اس لیے مجبوراً یہ دعویٰ کریں گے) ورنہ اگر ان کو واقعی واپس بھیجا جائے تو یہ دوبارہ وہی کچھ کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے، اور یقین جانو یہ پکے جھوٹے ہیں۔ (۲۸) یہ تو یوں کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی دُنیوی زندگی ہے اور ہم مر کر دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ (۲۹)

﴿ نمبر۲۲: الاعراف آیت ۴۰ ﴾ (لوگو!) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور تکبر کے ساتھ اُن سے منہ موڑا ہے، اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں ہوں گے جب تک کوئی اُونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو جاتا (ف۲۲)، اور اِسی طرح ہم مجرموں کو اُن کے کئے کا بدلہ دیا کرتے ہیں (۴۰)

(ف۲۲) یہ ایک عربی زبان کا محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک اُونٹ سوئی کے ناکے میں کبھی داخل نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔

﴿ نمبر۲۳: الزمر آیت ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱ ﴾ کہہ دو کہ: ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ

ہو۔یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔(ف ۱۸) یقیناً وہ بہت بخشنے والا' بڑا مہربان ہے۔'' (۵۳) اور تم اپنے پروردگار سے لَو لگاؤ' اور اُس کے فرماں بردار بن جاؤ قبل اس کے کہ تمہارے پاس عذاب آ پہنچے' پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔(۵۴) اور تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس جو بہترین باتیں نازل کی گئی ہیں' اُن کی پیروی کرو' قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے' اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے' (۵۵) کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی شخص کو یہ کہنا پڑے کہ: ''ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے معاملے میں برتی! اور سچی بات یہ کہ میں تو (اللہ تعالیٰ کے اَحکام کا) مذاق اُڑانے والوں میں شامل ہو گیا تھا۔'' (۵۶) یا کوئی یہ کہے کہ: ''اگر مجھے اللہ ہدایت دیتا تو میں بھی متقی لوگوں میں شامل ہوتا۔'' (۵۷) یا جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لے تو یہ کہے کہ: ''کاش مجھے ایک مرتبہ واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیک لوگوں میں شامل ہو جاؤں!'' (۵۸) (تجھے ہدایت) کیوں نہیں (دی گئی؟) میری آیتیں تیرے پاس آ چکیں تھیں' پھر تو نے اُنہیں جھٹلا یا' اور بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا' اور کافروں میں شامل رہا۔(۵۹) اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے' اُن کے چہرے سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔کیا جہنم میں ایسے متکبروں کا ٹھکانا نہیں ہوگا؟ (۶۰) اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے' اللہ تعالیٰ اُن کو نجات دے کر اُن کی مراد کو پہنچا دے گا' اُنہیں کوئی تکلیف چھوئے گی بھی نہیں' اور نہ اُنہیں کسی بات کا غم ہوگا۔(۶۱)

(ف ۱۸) یعنی اگر کسی شخص نے ساری زندگی کفر' شرک یا گناہوں میں گزاری ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اب اُس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے جس وقت بھی انسان اپنی اِصلاح کا پختہ ارادہ کر کے اپنی پچھلی زندگی کی معافی مانگے' اور توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

﴿الزمر: آیت ۵۳' ۵۴ کی تفسیر﴾ از تفسیر عثمانی للشیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

صاحبؒ۔(ف۲،آیت۵۳) یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفوودرگزر کی شانِ عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیرِ شفاء کا حکم رکھتی ہے۔مشرک ‘ملحد‘ زندیق‘مرتد‘یہودی‘نصرانی‘ مجوسی‘بدعتی‘ بدمعاش ‘فاسق‘فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بلکلیہ مایوس ہوجانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اُس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔کوئی اُس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔پھر بندہ نا اُمید کیوں ہو۔ہاں یہ ضرور ہے کہ اُس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر وشرک کا جُرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔لہٰذا ’’اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِیعاً۔‘‘ کو’’ لِمَنْ یَّشَاءُ‘‘ کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے۔کما قال تعالیٰ’’اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُاَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ‘‘(النساءآیت۱۱۶ جزء)اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں‘بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر وشرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔(ف۳،آیت۵۴) مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔یعنی گزشتہ غلطیوں پر نادم ہوکر اور اللہ کے بے پایاں جُود وکرم سے شرما کر کفر وعصیان کی راہ چھوڑ‘اور اُس رب کریم کی طرف رجوع ہوکر اپنے کو بلکلیہ اُسی کے سپرد کر دو۔اُس کے احکام کے سامنے نہایت عجز واخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اُس کے فضل سے ممکن ہے۔ہمارا رجوع وانابت بھی بدون اُس کے فضل وکرم کے میسر نہیں ہوسکتا۔حضرت شاہ صاحبؒ (عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ) لکھتے ہیں۔’’جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا۔جو کفار دشمنی میں لگے رہے تھے سمجھے کہ

لاریب اُس طرف اللہ ہے۔ یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پچھتائے لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہوگی۔ دشمنی کی، لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے، نا اُمید مت ہو، توبہ کرو اور رجوع ہو، بخشے جاؤ گے مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اُس وقت کی توبہ قبول نہیں۔'' نہ اُس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔

﴿ نمبر ۲۴ : ھود آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷﴾ ترجمہ وتفسیر از حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ: کیا (اسکی نسبت یوں) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے؛ آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ اگر (یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں، (جو تمہاری) بنائی ہوئی (ہوں) لے آؤ اور (اپنی مدد کے لئے) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو، بلا لو، اگر تم سچے ہو (۱۳)۔ پھر یہ (کفار) اگر تم لوگوں کا کہنا (کہ اس کی مثل بنا لاؤ) نہ کرسکیں تو تم (ان سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کرلو کہ (یہ قرآن) اللہ ہی کے علم (اور قدرت) سے اُترا ہے، اور یہ بھی (یقین کرلو) کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں (ف ۴)۔ تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں)؟ (۱۴)۔ جو شخص (اپنے اعمالِ خیر سے) محض حیاتِ دُنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (کا حاصل کرنا) چاہتا ہے، تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزا) ان کو اس (دنیا) ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں، اور ان کے لئے اس (دنیا) میں کچھ کمی نہیں ہوتی (ف ۵) (۱۵)۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں، اور انہوں نے اس (دنیا) میں جو کچھ کیا تھا وہ (آخرت میں سب کا سب) ناکارہ (ثابت) ہو گا، اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے (ف ۶) (۱۶)۔ کیا (منکرِ قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے) جو قرآن پر (قائم ہو؟) جو کہ اس کے رب کی طرف سے (آیا) ہے، اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں (موجود) ہے (

ف ۷)۔اور ایک اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ کی کتاب ہے۔جو (احکام بتلانے کے اعتبار سے) امام ہے اور رحمت ہے (ف ۸)۔ایسے لوگ اس (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں اور جو شخص (دوسرے) فرقوں میں سے اس (قرآن) کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے (کافر کا یہی حال ہے) سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا' بلا شک وشبہ وہ (سچی) کتاب ہے۔تمہارے رب کے پاس سے (آئی ہے) لیکن (باوجود ان دلائل کے غضب ہے کہ) بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے (۱۷)۔

(ف ۴) کیونکہ معبُود صفاتِ الوہیت میں کامل ہوتا ہے پھر اگر کوئی اور ہوتا تو اس کی قدرت بھی پوری ہوتی اور اس قدرت سے وہ تم لوگوں کی مدد کرتا کہ تم اس کا مثل لے آتے' لیکن جب تم اس سے عاجز ہو تو توحید اور رسالت دونوں ثابت ہوگئیں۔(ف ۵) یعنی دُنیا ہی میں اُن اعمال کے عوض ان کو نیک نامی' صحت' فراغ عیش' کثرت اموال واولاد عنایت کر دیئے جاتے ہیں۔(ف ۶) اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کفار کی نیت بجز دنیا کے کچھ نہیں ہوتی بلکہ ان میں جو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی نیت بجز دُنیا کے کچھ نہ ہو' اس آیت میں ان کا بیان ہے۔(ف ۷) یعنی اس کا معجز ہونا جو کہ دلیل عقلی ہے۔(ف ۸) یہ دلیل نقلی ہے' غرض قرآن کے صدق وصحت کے لئے دونوں دلیلیں موجود ہیں۔

﴿ھود: آیت ۱۴' ۱۵' ۱۶ کی تفسیر﴾ از تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی (ف ۴، آیت ۱۴) یعنی فرمائشی معجزے طلب کرتے ہیں' جن کا دیا جانا مصلحت نہیں۔اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) اُن کے سامنے ہے' اُسے مانتے نہیں' کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی گھڑت ہے۔اُس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو' فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو' سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو اور اس کام میں مدد دینے کیلئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو۔اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق

عاجز رہ جائے۔تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے اپنے پیغمبر پر اُتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہوسکتا اُس کی ذات وصفات میں کون شریک ہوسکتا ہے۔ایسا بے مثال کلام اُسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے(تنبیہ) اعجاز قرآن کی کچھ تفصیل سورۂ ''یونس'' میں گذر چکی۔ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی۔ پھر دس سورتوں سے ہوئی۔پھر ایک سورت سے جیسا کہ ''بقرہ'' اور ''یونس'' میں گذرا۔گویا اُن کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔(ف۵،آیت ۱۵) یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لاتا' یا اُس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چندروزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلۂ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے۔اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے' تو اُس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان بتلا دیا کہ دنیا ہی میں اُن کا بھگتان کر دیا جائے گا۔جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کیلئے کرینگے اُن کے کم وکیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم وحکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں عطا فرمادے گا۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اُس کی یہ فانی اور صوری حسانات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں' دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں اُن کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تندرستی' مال' اولاد' عزت وحکومت وغیرہ دے کر سب کھاتہ بے باک کر دیتا ہے۔مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اُس کے کام آنے والی نہیں۔جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اُس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں (یہاں موصوف مفسر نے بنی اسرائیل آیت ۱۸ کا صرف عربی متن لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ''جو شخص دُنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لئے چاہتے

ہیں، جتنا چاہتے ہیں، اُسے یہیں پر جلدی دے دیتے ہیں، پھر اُس کے لئے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ ذلیل وخوار ہو کر داخل ہو گا'' ...راقم) ریا کار اور دنیا پرست عالم، متصدق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے، اُس کا حاصل بھی یہ ہی ہے کہ اُن سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لئے تم نے علم سکھلایا، یا صدقہ و جہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی اب ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ (اعاذنا اللہ منہا)۔ (ف ۶، آیت ۱۶) یعنی ان اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں۔ **کفار ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مدت کیلئے**۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض مؤمنین کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے، وہ الگ بات ہے۔ (ف ۷، آیت ۱۶) یعنی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کیلئے کیے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہو گا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریا کاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یونہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

فصل دوم

اِس فصل میں کل پندرہ منتخب احادیث ہیں جن کا صرف ترجمہ لکھا گیا ہے تاکہ حجم رسالہ کم رہے۔ حدیث کی نمبرنگ انٹرنیٹ اسلام ۳۶۰ کے مطابق ہے۔

واضح احادیث

(جن میں خبر دے دی گئی ہے کہ کافروں کو جہنم سے نہیں نکالا جائے گا، لیکن مسلمانوں کو نکال لیا جائے گا)

(نمبر ۱)

﴿صحیح مسلم ۳۸۶﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِس اُمت (اُمتِ دعوت) کا کوئی ایک بھی فرد، یہودی ہو یا عیسائی، میرے متعلق سن لے اور پھر بھی ایمان نہ لائے اس پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، پھر مر جائے، تو وہ اصحاب النار میں سے ہو گا۔(کتاب الایمان۔باب:وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس و نسخ الملل بملته ہمارے نبی محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی شریعت سے سابقہ شریعتوں کو منسوخ سمجھنا تمام انسانوں پر واجب ہے)

نوٹ راقم : اِس آخری اُمت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اُمتِ اِجابَت: جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے یعنی مسلمان۔(۲) اُمتِ دَعْوَت: جن کو اسلام قبول کرنے کی دَعْوَت دی جاتی ہے مگر وہ انکار کرتے ہیں یعنی کفار۔

(نمبر۲)

﴿صحیح بخاری ۶۵۵۷﴾ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کے سب سے کم عذاب پانے والے سے پوچھے گا اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم اُن کو فدیہ میں (اس عذاب سے نجات پانے کے لئے) دے دو گے؟ وہ کہے گا کہ ہاں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تم سے اِس سے بھی سہل چیز کا اُس وقت مطالبہ کیا تھا جب تم آدم کی پیٹھ میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تم نے (توحید کا) انکار کیا اور نہ مانا آخر شریک ہی کیا۔(کتاب الرقاق۔باب:صفته الجنته والنار)

(نمبر۳)

﴿صحیح مسلم ۵۱۰﴾ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا؟ کیونکہ وہ آپ کی

حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کے لئے غضب ناک ہوتے تھے۔آپ نے جواب دیا:'' ہاں!، وہ کم گہری آگ میں ہیں (جو ٹخنوں تک آتی ہے) اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔''(کتاب الایمان ۔باب: شفاعة النبی ﷺ لا بی طالب و التخفیف عنه بسببه نبی کریم ﷺ کی سفارش کے سبب سے ابو طالب کے عذاب میں کمی)

(نمبر۴)

﴿صحیح مسلم ۵۱۵﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اہلِ جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا اور وہ (آگ کے) دو جوتے پہنے ہوئے ہوں گے جن سے اُن کا دماغ اُبلنے لگے گا۔''(کتاب الایمان ۔باب: شفاعة النبی ﷺ لا بی طالب و التخفیف عنه بسببه۔ نبی کریم ﷺ کی سفارش کے سبب سے ابو طالب کے عذاب میں کمی)

(نمبر۵)

﴿صحیح بخاری ۳۳۵۰﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آذر سے قیامت کے دن جب ملیں گے تو ان کے (والد کے) چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ابراہیم علیہ السلام انہیں کہیں گے کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری مخالفت نہ کیجئے۔وہ کہیں گے کہ آج میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا۔ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے رب! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔آج اس رسوائی سے بڑھ کر اور کون سی رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمت سے سب سے زیادہ دور ہیں۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام قرار دی ہے۔پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا

چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا ہوا وہاں پڑا ہوگا اور پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (کتاب الانبیاء ۔ باب: قول اللّٰہ تعالیٰ واتخذاللّٰہ ابراھیم خلیل...الخ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ: ''اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا...الخ)

نوٹ راقم : ابو طالب اور آذر کے کفر کی شدت الگ الگ ہے۔اس لئے انصافاً مطابق حکمِ الٰہی اُن کے عذاب کی شدّت بھی اسی اعتبار سے ہوگی لیکن دونوں کے عذاب کی مدت کبھی ختم نہ ہوگی۔اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سورہ ھود آیت ۱۶ کی تفسیر میں ایک جملہ یہ لکھا: ''جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں ہے''۔

(نمبر ۶)

﴿ مسند بزار ﴾ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے مرفوعاً منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' لَایَخْرُجُ اَحَدُ کُمْ مِنَ النَّارِ حَتّٰی یَمْکُثَ فِیْہِ اَحْقَاباً وَالْحُقْبُ بِضْعٌ وَّ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً کُلُّ سَنَۃٍ ثَلَاثُمِائَۃٍ وَّ سِتُّوْنَ یَوْماً مِمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ تم میں سے جو لوگ گناہوں کی سزا میں جہنم میں ڈالیں جائیں گے۔کوئی اس وقت تک جہنم سے نہ نکلے گا جب تک اس میں چند احقاب نہ رہ لے اور حقبہ کچھ اوپر اسی سال کا' اور ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہے تمہارے موجودہ دنوں کے مطابق۔(تفسیر سورہ النباء آیت ۲۳ از معارف القرآن للمفتی محمد شفیعؒ بحوالہ مظہری)

(نمبر ۷)

﴿ صحیح مسلم ۴۹۱ ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کی ایک مستجاب دعا ہوتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی وہ دعا جلدی مانگ لی' اور

میں نے اپنی دعا کو چھپایا ہوا ہے اپنی امت کی قیامت کے دن شفاعت کے لئے اور انشاء اللہ میری یہ دعا میری امت کے ہر شخص کو ملے گی بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے نہ مرا ہو۔(باب: نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں لوگوں میں سب سے پہلے ہوں جنت کی سفارش کرنے والا اور تمام انبیاء سے میرے پیروکار زیادہ ہوں گے)

(نمبر ۸)

﴿صحیح مسلم ۴۵۹﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاں تک اہلِ النار کی بات ہے تو وہ لوگ جو (ہمیشہ کیلئے) اس کے باشندے ہیں نہ تو اس میں مریں گے نہ جئیں گے لیکن کچھ لوگ تم (اہل ایمان) میں سے ایسے ہونگے جنہیں اپنے گناہوں کی پاداش میں (یا آپ نے فرمایا: خطاوں کی بنا پر) آگ کی مصیبت لاحق ہوگی، تو اللہ تعالیٰ اُن کو ایک طرح کی موت دے دیں گے یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور یہ لوگ گروہ در گروہ لائے جائیں گے اور جنت کی نہروں پر انہیں پھیلا دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا: اے اہلِ جنت! ان پر پانی بہاؤ تو وہ اس طرح دوبارہ اُگیں گے جیسے دانہ سیلابی کیچڑ میں تیزی سے اُگتا ہے۔'' لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: ایسا لگتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ صحرائی آبادی میں رہے ہیں۔(کتاب الایمان۔ باب: اثبات الشفاعه واخراج الموحدين من النار۔ شفاعت کے ثبوت اور موحدین کے جہنم سے نکالے جانے کا بیان)

(نمبر ۹)

﴿صحیح بخاری ۶۵۵۹﴾ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' ایک جماعت جہنم سے نکلے گی اس کے بعد کہ جہنم کی آگ نے ان کو جلا ڈالا ہوگا اور پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اہلِ جنت ان کو ''جہنمیین'' کے نام سے

پکاریں گے۔'' (باب: جنت وجہنم کا بیان)

نوٹ راقم : یہ مضمون ابوداؤد حدیث ۴۷۴۰ اور ترمذی حدیث ۲۶۰۰ میں بھی آیا ہے۔

(نمبر ۱۰)

(السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۔ ۴۳۵ شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ م ۱۹۹۹ء) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جب مومن لوگ آگ سے آزادی پائیں گے اور امن میں آجائیں گے تو دنیا میں جو جھگڑا حق کے بارے میں کرتے تھے اس سے زیادہ سخت جھگڑا وہ اپنے رب سے مومنوں میں سے ان بھائیوں کے بارے میں کریں گے جو جہنم میں داخل کر دیے گئے ہوں گے۔ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے، ہمارے ساتھ روزہ رکھتے اور ہمارے ساتھ حج کرتے تھے، پھر بھی تو نے انہیں آگ میں داخل کر دیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ جنہیں پہچانتے ہو انہیں آگ سے نکال لو۔ وہ ان کے پاس آئیں گے اور ان کے چہروں سے انہیں پہچانیں گے جنہیں آگ نے نہیں جلایا ہوگا۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جنہیں آگ نے نصف پنڈلیوں تک کھایا ہوگا، کسی کو ٹخنوں تک جلایا ہوگا، وہ انہیں نکال لیں گے، پھر کہیں گے: اے ہمارے رب جن کے بارے میں تو نے ہمیں حکم دیا وہ ہم نے نکال لئے۔ اللہ فرمائے گا: جس کے دل میں ایک دینار وزن کے برابر بھی ایمان ہے اسے نکال لو، پھر جس کے دل میں نصف دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہے اسے نکال لو، حتی کہ جس کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ حکم دے دے گا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اس بات کی تصدیق نہ کرے وہ یہ آیت پڑھے: (النساء: ۴۰) یقیناً اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے وزن کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر (اتنے وزن کی) نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے

،اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔وہ کہیں گے اے ہمارے رب جن کا تو نے ہمیں حکم دیا وہ ہم نے نکال لئے ،اب آگ میں کوئی بھی ایسا نہیں بچا جس میں کوئی بھلائی ہو۔پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:فرشتوں نے سفارش کر دی،انبیاء نے سفارش کر دی،مؤمنین نے سفارش کر دی اب ارحم الراحمین بچا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ آگ سے ایسے لوگوں کی ایک یا دو مٹھیاں بھر لیں گے جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا۔وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ان کو''آب حیات''نامی پانی کے پاس لایا جائے گا اور یہ پانی ان پر ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح اگئیں گے جیسے سیلاب کے پانی کے بہاؤ میں کوئی دانا اگتا ہے۔ان کے جسم موتی کی طرح چمکیں گے۔ان کی گردنوں میں''عتقاء اللہ''یعنی اللہ کے آزاد کردہ کی مہر ہو گی۔فرمایا:ان سے کہا جائے گا کہ:جنت میں داخل ہو جاؤ۔جس چیز کی تم تمنا کرو گے یا جو چیز تم دیکھو گے وہ تمہیں دے دی جائے گی۔اور تمہارے لئے میرے پاس اس سے بھی بڑھ کر ایک اور چیز ہے۔وہ کہیں گے:اے ہمارے پروردگار اس سے افضل اور بہتر اور کیا ہے؟فرمایا:اللہ تعالیٰ فرمائے گا:میری رضامندی،اب میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا۔

(نمبر۱۱)

﴿صحیح مسلم ۴۷۷﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومنین کو جمع کرے گا،پھر ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی۔''....یہ حدیث بھی ان دونوں (ابوعوانہ ۴۷۵ اور سعید ۴۷۶) کی طرح ہے باقی اس میں اضافہ ہے کہ میں چوتھی مرتبہ اپنے پروردگار کے پاس آؤں گا اور عرض کروں گا اے پروردگار!اب تو دوزخ میں ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا جنہیں قرآن نے روک لیا ہے یعنی جس کیلئے (آگ میں) ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا ہے۔(کتاب الایمان۔

باب: اثبات الشفاعه واخراج الموحدين من النار)

(نمبر۱۲)

﴿صحیح بخاری ۶۵۴۸﴾ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اہلِ جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہلِ دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمہیں اب موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! تمہیں بھی اب موت نہیں آئے گی۔ اس بات سے جنتی اور زیادہ خوش ہو جائیں گے اور جہنمی اور زیادہ غمگین ہو جائیں گے۔'' (كتاب الرقاق ۔باب:صفته الجنة والنار)

(نمبر۱۳)

﴿ترمذی ۲۵۵۸﴾ ابی سعیدؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و جہنم کے درمیان کھڑی کی جائے گی پھر وہ ذبح کی جائے گی اور جنتی و جہنمی دیکھ رہے ہوں گے، سو اگر کوئی خوشی سے مرنے والا ہوتا تو اہل جنت مر جاتے اور اگر کوئی غم سے مرنے والا ہوتا تو اہل النار مر جاتے۔'' (باب : مَا جَاءَ فِیْ خُلُوْدِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَهْلَ النَّارِ. اہل جنت اور اہل النار کی ہمیشگی میں)

(نمبر۱۴)

﴿صحیح بخاری ۶۵۴۴﴾ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: ''جب اہل جنت جنت میں اور اہل النار نار میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے نار والو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جنت والو! تمہیں بھی موت نہیں آئے گی بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔'' (کتاب الرقاق ۔باب: یَدْخُلَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ جنت میں ستر ہزار بغیر حساب داخل ہوں گے)

(نمبر ۱۵)

﴿صحیح بخاری ۶۵۴۵﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت سے کہا جائے گا کہ اے اہل جنت! (تمہیں یہیں) ہمیشہ رہنا ہے تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے اہل نار! (تمہیں یہیں) ہمیشہ رہنا ہے، تمہیں موت نہیں آئے گی۔'' (کتاب الرقاق، باب: يَدْخُلَ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ جنت میں ستر ہزار بغیر حساب داخل ہوں گے)

باب دوم

محکم ومتشابہ آیات

دوفصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل میں ایک ایسے قانونِ الٰہی کولکھا گیا ہے جس پر عمل کر کے ہزاروں نزاعات و مناقشات کا خاتمہ ہوسکتا ہے جن میں سے ایک فناءِ جہنم کا فتنہ بھی ہے۔ دوسری فصل میں اُن آیات کولکھا گیا ہے جن کو غلط فہمی سے فناءِ جہنم ثابت کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔

فصل اول

محکم ومتشابہ آیات کا حکم

(ایک آیت اور ایک حدیث کی روشنی میں)

آیت: سورہ آل عمران آیت ۷

حدیث: صحیح مسلم عن عائشہ، اسلام ۳۶۰ نمبر نگ ۶۷۷۵

فائدہ (ف) نمبر نگ متعلقہ تفسیر کی ہے تاکہ مراجعت میں آسانی رہے

آیت کا ترجمہ وتفسیر

(۱) از آسان ترجمہ قرآن از مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

ترجمہ: (اے رسول!) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے' اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں (ف ۳)۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاوٴیلات تلاش کریں' حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک

مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے)۔ سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔'' اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تفسیر: (ف ۳) اس آیت کو سمجھنے کے لئے پہلے اس حقیقت کا احساس ضروری ہے کہ اس کائنات کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدانیت تو ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر انسان اپنی عقل سے معلوم کر سکتا ہے' لیکن اس کی ذات اور صفات کی تفصیلات انسان کی محدود عقل سے ماورا ہیں۔ قرآنِ کریم نے جہاں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے، ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ ظاہر کی گئی ہے' لیکن کوئی شخص ان صفات کی حقیقت اور کنہ کی فلسفیانہ کھوج میں پڑ جائے تو حیرانی یا گمراہی کے سوا اسے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا' کیونکہ وہ اپنی محدود عقل سے اللہ تعالیٰ کی ان لا محدود صفات کا احاطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو اس کے ادراک سے باہر ہیں۔ مثلاً قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عرش ہے، اور یہ کہ وہ اس عرش پر مستوی ہوا۔ اب یہ بات کہ وہ عرش کیسا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب انسان کی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے، اور انسان کی زندگی کا کوئی عملی مسئلہ اس پر موقوف بھی نہیں۔ ایسی آیات جن میں اس قسم کے حقائق بیان کیے گئے ہیں متشابہات کہلاتی ہیں۔ اسی طرح مختلف سورتوں کے شروع میں جو حروف الگ الگ نازل کئے گئے ہیں، (مثلاً اسی سورت کے شروع میں الف، لام، میم) اور جنہیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے وہ بھی متشابہات میں داخل ہیں۔ ان کے بارے میں قرآنِ کریم نے اس آیت میں یہ ہدایت دی ہے کہ ان کی کھود کرید میں پڑنے کے بجائے ان پر اِجمالی طور سے ایمان رکھ کر ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے۔ اس کے برعکس قرآنِ کریم کی دوسری آیتیں ایسی ہیں جن کا مطلب واضح ہے، اور درحقیقت وہی آیات ہیں جو انسان کے لئے عملی ہدایات فراہم

کرتی ہیں انہیں آیات کو ''محکم'' آیتیں کہا گیا ہے۔ایک مومن کو انہی پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے۔

متشابہات کے بارے میں صحیح طرزِ عمل بتلانا یوں بھی ضروری تھا' لیکن اس سورت میں اس وضاحت کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ نجران کے عیسائیوں کا جو وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا تھا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ خود قرآن نے انہیں ''کلمتہ اللہ'' (اللہ کا کلمہ) اور ''روح من اللہ'' فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی صفتِ کلام اور اللہ کی روح تھے۔اس آیت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن کریم ہی نے جگہ جگہ صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہوسکتی ،اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا قرار دینا شرک اور کفر ہے۔ان واضح آیتوں کو چھوڑ کر'' کلمتہ اللہ'' کے لفظ کو پکڑ بیٹھنا اور اس کی بنیاد پر ایسی تاوٴیلیں کرنا جو قرآنِ کریم کی محکم آیات کے بالکل برخلاف ہیں' دل کے ٹیڑھ کی علامت ہے۔حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو'' کلمتہ اللہ'' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے کلمہ ''کُن'' سے پیدا ہوئے تھے' جیسا کہ قرآنِ کریم نے اسی سورت کی آیت:۵۹ میں بیان فرمایا ہے' اور انہیں'' روح من اللہ'' اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی روح براہ راست اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی تھی ۔اب یہ بات انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ ''کُن'' سے پیدا کرنے کی کیفیت کیا تھی؟ اور براہِ راست ان کی روح کس طرح پیدا کی گئی؟ یہ اُمور متشابہات میں سے ہیں' اس لئے ان کی کھود کرید بھی منع ہے، کیونکہ یہ باتیں انسان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتیں، اور ان کی من مانی تاوٴیل کرکے ان سے خدا کے بیٹے کا تصور برآمد کرنا بھی کج فہمی ہے۔

(۲) از اختصار شدہ بیان القرآن از حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ

ترجمہ: وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصّہ وہ آیتیں

ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں (ف ۱) اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں (اس) کتاب کا (ف ۲) اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشتبہ المراد ہیں (ف ۳) سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصّہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہے (دین میں) شورش ڈھونڈنے کی غرض سے اور اس کا (غلط) مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے۔ حالانکہ ان کا (صحیح) مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم (دین) میں پختہ کار (اور فہیم) ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر (اجمالاً) یقین رکھتے ہیں (یہ) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہلِ عقل ہیں (ف ۴)

تفسیر: (ف ۱) یعنی ان کا مطلب ظاہر ہے۔ (ف ۲) یعنی غیر ظاہر المعنیٰ کو بھی اُن ہی ظاہر المعنیٰ کے موافق بنایا جاتا ہے۔ (ف ۳) یعنی ان کا مطلب خفی ہے خواہ بوجہ مجمل ہونے کے خواہ کسی نص ظاہر المراد کے ساتھ معارض ہونے کے (ف ۴) بعض منکرینِ توحید کا بعض کلمات موہمہ خلافِ توحید سے استدلال ہوسکتا تھا۔ چنانچہ بعض نصاریٰ نے لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ جو کہ قرآن میں واقع ہوا ہے اپنے مدعا پر الزامی طور پر استدلال کیا تھا۔ اس آیت میں اس شبہ کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کلمات خفی المراد سے احتجاج درست نہیں بلکہ مدار عقائد کا نصوص واضح ہیں اور خفی المراد پر جب کہ ان کی تفسیر معلوم نہ ہو اجمالاً ایمان لے آنا واجب ہے، زیادہ تفتیش کی اجازت نہیں۔

(۳) ترجمہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ (م ۱۹۲۰ء)

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنیٰ واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں مشابہ یعنی جن کے معنیٰ معلوم یا معیّن نہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے

اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے۔

(۳) تفسیر از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (م ۱۹۴۹ء)

(ف ۱) نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہو کر بطور معارضہ کہا تھا کہ آخر آپ حضرت مسیح کو ''کلمۃ اللہ'' اور ''روح اللہ'' مانتے ہیں۔ بس ہمارے اثبات مدعا کے لئے یہ الفاظ کافی ہیں۔ یہاں اس کا تحقیقی جواب ایک عام اصول اور ضابطہ کی صورت میں دیا جس کے سمجھ لینے کے بعد ہزاروں نزاعات ومناقشات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ قرآن کریم بلکہ تمام کتب الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں ایک وہ جنکی مراد معلوم ومتعین ہو خواہ اس لئے کہ لغت وترکیب وغیرہ کے لحاظ سے الفاظ میں کوئی ابہام واجمال نہیں نہ عبارت کئی معنیٰ کا احتمال رکھتی ہے نہ جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قوائد مسلمہ کے مخالف ہے۔ اور یا اس لئے کہ عبارت والفاظ میں گو لغتاً کئی معنٰی کا احتمال ہوسکتا تھا لیکن شارع کی نصوص صریحہ یا اجماع معصوم یا مذہب کے عام اصول مسلمہ سے قطعاً متعیّن ہو چکا کہ متکلم کی مراد وہ معنیٰ نہیں یہ ہے۔ ایسی آیات کو محکمات کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہ ہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی ''متشابہات'' کہلاتی ہیں یعنی جن کی مراد معلوم ومتعیّن کرنے میں کچھ اشتباہ والتباس واقع ہو جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجح کر کے دیکھنا چاہیے جو معنیٰ اس کے خلاف پڑیں اُن کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو ''آیات محکمات'' کے مخالف نہ ہو۔ اگر باوجود اجتہاد وبلیغ سعی کے متکلم کی مراد کی پوری پوری تعیین نہ کرسکیں تو دعویٰ ہمہ دانی کر کے ہم کو حد سے گزرنا نہیں چاہئے۔ جہاں قلت علم اور قصور استعداد کی وجہ سے بہت سے حقائق پر ہم دسترس نہیں پا سکتے اس کو بھی اسی فہرست میں شامل کر لیں۔ مگر

زنہار ایسی تاؤیلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصول مسلمہ اور آیات محکمہ کے خلاف ہوں مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کردی ''اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ الزخرف آیت ۵۹'' یا ''اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ا لخ آل عمران آیت ۵۹'' یا ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ مریم آیت ۳۴ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَهٗ مریم آیت ۳۵'' اور جابجا انکی الوہیت وابنیت کا رد کیا۔ اب ایک شخص اِن سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے ''کلمتہ القاھا الیٰ مریم وروح منہ'' وغیرہ متشابہات کو لے دوڑے اور اس کے وہ معنٰی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں ایسے سطحی معنیٰ لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں، یہ کجروی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہوگی۔ بعض قاسی القلب تو چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسا دیں اور بعض کمزور عقیدہ والے ڈھلمل یقین ایسے متشابہات سے اپنی رائے وہوا کے مطابق کھینچ تان کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے وہ ہی اپنے کرم سے جس کو جس قدر حصہ پر آگاہ کرنا چاہے کر دیتا ہے جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات ومتشابہات سب کو حق جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں جن میں تناقض وتہافت کا امکان نہیں۔ اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں۔ اور جو حصہ ان کے دائرۂ فہم سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے (تنبیہ) بندہ کے نزدیک اس آیت کا مضمون سورہ حج: ۵۲ سے بیحد مشابہ ہے جسے انشاآاللہ اس کے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

حدیث کا ترجمہ

﴿صحیح مسلم ۶۷۷۵﴾ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہ آیت) تلاوت فرمائی' هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ '(...الخ

)''وہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی اس میں بعض آیات محکم ہیں جو کہ کتاب کی اصل اور بنیاد ہیں (جن کا معنی واضح ہے) اور دوسری متشابہات ہیں (جن کا معنی واضح نہیں) پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی متشابہ آیات کے درپے رہتے ہیں' فتنہ پیدا کرنے اور (غلط) تاویل کی تلاش کرنے کے لئے' حالانکہ ان کی (ٹھیک ٹھیک مراد) تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور جو علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت صرف عقلمند ہی قبول کرتے ہیں'' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو قرآن کے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں۔ (تو سمجھ جاؤ کہ) یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے (اس آیت میں) نام لیا ہے۔ پس ان سے بچ کر رہو۔ (کتاب العلم۔ باب: النهيي عن اتباع متشابه القرآن و التحذير من متبعيه والنهيي عن الاختلاف فيي القرآن ۔ متشابہات القرآن کے درپے ہونے کی ممانعت' ان کی اتباع کرنے والوں سے بچنے کا حکم اور قرآن میں اختلاف کرنے کی ممانعت میں)

فصل دوم

آیات جن کو غلط فہمی سے فناء جہنم ثابت کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے

(۱) سورۃ النباء آیت ۲۳

(۲) سورۃ الانعام آیت ۱۲۸

(۳) سورۃ ھود آیت ۱۰۷

ان آیات کی صحیح تشریح چند مشائخ اسلام سے درج ذیل ہے

نمبر (۱)

﴿النباء آیت ۲۳﴾ ترجمہ وتفسیر از توضیح القران از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ترجمہ : لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَاباً جس میں وہ مدتوں اس طرح رہیں گے (ف۲)

تفسیر: (ف۲) اصل عربی لفظ ''اَحقاب'' ہے جو ''حقبہ'' کی جمع ہے جو بڑی طویل مدت کو کہتے ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ ان کے دوزخ میں رہنے کی مدتیں یکے بعد دیگرے بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ بعض لوگوں نے اس لفظ سے جو اِستدلال کیا ہے کہ جن سرکش لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، وہ بھی طویل مدتیں گذرنے کے بعد دوزخ سے نکل جائیں گے، وہ غلط اِستدلال ہے، اس لئے کہ قرآنِ کریم نے بہت سے مقامات پر صریح لفظوں میں وضاحت فرمادی ہے کہ وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔ مثلاً دیکھئے سورۂ مائدہ (۵:۳۷)۔

نوٹ راقم : ''حقبہ'' کا لفظ سورۃ الکہف آیت ۶۰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔ راسخین فی العلم دنیا اور آخرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر دو جگہ معنوں میں فرق کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں ‘اور ایسا کرنے میں قرآن وحدیث میں مذکور اللہ تعالیٰ کے احکام اُن کے سامنے ہوتے ہیں‘ خاص طور پر مذکورہ بالا آل عمران کی آیت ۷ اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۶۷۷۵ وغیرہ۔ مثلاً تھانویؒ کا ترجمہ ہر دو جگہ کا ملاحظہ ہو:

الکھف آیت ۶۰: اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا (یونہی) زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا۔

النباء آیت ۲۳: جس میں وہ بے انتہا زمانوں (پڑے) رہیں گے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ دنیا و آخرت کے ''اَحقاب'' کے فرق کو مدِ نظر رکھا جائے۔ دنیا ختم اِس کے احقاب بھی ختم۔ آخرت باقی اُس کے احقاب بھی باقی۔

نمبر (۲)

﴿الانعام آیت ۱۲۸﴾ ترجمہ وتفسیر از توضیح القران از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

ترجمہ: اور (اُس دن کا دھیان رکھو) جس دن اللہ ان سب کو گھیر کر اکٹھا کرے گا' اور (شیاطین جِنّات سے کہے گا کہ:) ''اے جِنّات کے گروہ! تم نے انسانوں کو بہت بڑھ چڑھ کر گمراہ کیا۔'' اور انسانوں میں سے جو اُن کے دوست ہوں گے' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایک دوسرے سے خوب مزے لیتے رہے ہیں' (ف ۵۷) اور اب اپنی اُس میعاد کو پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔'' اللہ کہے گا: (اب) آگ تم سب کا ٹھکانا ہے' جس میں تم ہمیشہ رہو گے اِلّا یہ کہ اللہ کچھ اور چاہے۔ (ف ۵۸) یقین رکھو کہ تمہارے پروردگار کی حکمت بھی کامل ہے' علم بھی کامل۔

تفسیر: (ف ۵۷) انسان تو شیطانوں سے یہ مزے لیتے رہے کہ ان کے بہکائے میں آ کر اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی، اور وہ گناہ کئے جن سے ظاہری طور پر لذت حاصل ہوتی تھی۔ اور شیطان اِنسانوں سے یہ مزے لیتے رہے کہ انہیں گمراہ کر کے خوش ہوئے کہ یہ لوگ خوب اچھی طرح ہمارے قابو میں آ گئے ہیں۔ دراصل وہ یہ کہہ کر اپنی غلطی کا اعتراف کر رہے ہوں گے' اور غالباً آگے معافی بھی مانگنا چاہتے ہوں گے' لیکن یا تو اس سے آگے کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوگا' یا چونکہ معافی کا وقت گذر چکا ہوگا' اس لئے اللہ تعالیٰ اُن کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی یہ فرمائیں گے کہ اب معافی تلافی کا وقت گذر چکا' اب تو تمہیں جہنم کی سزا بھگتنی ہی ہوگی۔ (ف ۵۸) اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے' لیکن بظاہر استثنا کے اس جملے سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ کافروں کے عذاب وثواب کا فیصلہ کسی سفارش یا اثر ورسوخ کی وجہ سے تبدیل نہیں ہو سکتا' بلکہ اس کا تمام تر فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بنیاد پر ہوگا' اور یہ مشیت اس کی حکمت اور علم کے مطابق ہوگی جس کا ذکر اگلے جملے میں ہے۔ دوسری حقیقت جو اس استثنا سے ظاہر کی گئی ہے یہ کہ کافروں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی کوئی مجبوری نہیں ہے۔

لہٰذا اگر بالفرض اُس کی مشیت یہ ہو جائے کہ کسی کو باہر نکال لیا جائے تو یہ عقلی اعتبار سے ناممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی اس مشیت کے خلاف کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کی مشیت اُس کے علم اور حکمت کے مطابق یہی ہو کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں۔

﴿الانعام آیت ۱۲۸﴾ ترجمہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ وتفسیر از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

ترجمہ: اور جس دن جمع کرے گا اُن سب کو فرمائے گا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لئے اپنے آدمیوں میں سے (ف۲) اور کہیں گے اُن کے دوست دار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم میں ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اُس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا (ف۳) فرماویگا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اُسی میں مگر جب چاہے اللہ (ف۴) البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے (ف۵)۔

تفسیر: (ف۲) یعنی اے شیاطین الجن تم نے بہت سے بدبخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔ (ف۳) دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت خبیث جن (شیاطین) کی پوجا ہے۔ اس خیال پر کے وہ ہمارے کام نکالیں گے اُن کو نیازیں چڑھاتے ہیں۔ اور وَیسے بہت سے اہلِ جاہلیت تشویش واضطراب کے وقت جنوں سے استعانت کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ ''جن'' میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ابنِ کثیر وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان برابر پکڑے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوگا تب مشرک لوگ یوں عذر کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے پوجا نہیں کی لیکن آپس میں وقتی کارروائی کر لی تھی اور موت کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کر لیا کرتے تھے اُن کی عبادت مقصود نہ تھی۔ (ف۴) یہ جو فرمایا ''مگر جب چاہے اللہ'' اس واسطے کہ دوزخ کا عذاب دائم ہے تو اُسی کے چاہنے سے ہے۔ وہ جب چاہے موقوف کرنے پر قادر ہے، لیکن ایک چیز چاہ چکا اور اُس کی خبر پیغمبروں کی زبانی دی جا چکی وہ اب ٹل نہیں سکتی (ف۵) یعنی

مجرموں کے جرائم سے پوری طرح خبردار ہے اور حکمتِ بالغہ سے ہر جُرم کی برمحل اور مناسب سزا دیتا ہے۔

﴿الانعام آیت ۱۲۸﴾ تفسیر (ملخصاً وبتغیر از راقم) از معارف القرآن از حضرت مولانا الحافظ محمد ادریس کاندھلویؒ (م ۱۹۷۴ء) شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

فرقہ جہمیہ کا مذہب یہ ہے کہ چند روز کے بعد جنت اور جہنم دونوں فنا ہو جائیں گے۔ ابن تیمیہ حنبلیؒ اور ان کے شاگرد خاص ابن قیمؒ کا مذہب یہ ہے کہ جنت کا ثواب تو دائمی ہے اہل ایمان تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے (جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے) مگر دوزخ کا عذاب دائمی نہیں صرف ایک مدت دراز تک کافروں پر عذاب رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے خلود سے تعبیر کیا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد خدا کے رحم وکرم سے یہ عذاب ختم ہو جائے گا (جیسا کہ فرقہ جہمیہ کا مذہب ہے) ابن تیمیہؒ کا یہ قول سراسر شاذ ہے اور اہل سنت والجماعت کے اجماع کے بالکل خلاف ہے بلکہ صریح آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کے خلاف ہے۔ غرض یہ کہ ثواب اور عقاب کے بارہ میں ابن تیمیہؒ کا یہ قول اور یہ مسلک نصف سُنی ہے اور نصف جہمی ہے جو صراحتاً نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور وہ نصوص اس درجہ صریح اور واضح ہیں کہ ان میں تاؤیل کی بھی گنجائش نہیں اور ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے جو ضعیف اور موضوع روایتیں اور سلف کے بعض مجمل اور محتمل اقوال اس بارہ میں پیش کئے ہیں وہ صریح نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہٰذا ان کے جواب دینے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔

ابن تیمیہؒ کا یہ شاذ قول یہود کے اس قول کے مشابہ ہے جس کا ذکر سورہ البقرہ آیت اسّی ۸۰ میں ہے۔ شیخ تقی الدین سبکیؒ حدیث اور فقہ کے مسلم حافظ اور فقیہ ہیں۔ ابن تیمیہؒ کے ہمعصر ہیں۔ ۷۵۶ھ میں وفات پائی۔ آپؒ نے ایک رسالہ ''الاعتبار ببقاء الجنۃ والنار'' کے نام سے لکھا جس میں ابن تیمیہؒ کے اس قول شاذ کا رد لکھا کہ دوزخ کا عذاب دائمی نہیں۔ (تنبیہ) علامہ ناصر الدین البانیؒ (۱۴۲۰ھ) وبعض عرب علماء نے علامہ ابن تیمیہ

ؒ سے اس قول کے انتساب کی نفی کی ہے (دیکھو تقریظ رسالہ صفحہ ۱۵)۔

ایک شبہہ: جن لوگوں کا یہ خیال خام ہے کہ دوزخ کا عذاب دائمی نہیں۔ ایک عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ کے رحم وکرم سے یہ عذاب ختم ہو جائے گا وہ اس آیت میں جو لفظ ﴿اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط﴾ آیا ہے اس سے استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ ﴿اَلنَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ﴾ سے استثناء ہے معلوم ہوا کہ کافروں کا عذاب دائمی نہیں۔

جواب: یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ شعیبؑ نے کافروں کے جواب میں یہ فرمایا ﴿وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا﴾ (الاعراف آیت ۸۹) کہ ہمارا کفر وشرک کی طرف جانا ناممکن اور محال ہے مگر جو اللہ چاہے سو اس استثناء سے معاذ اللہ انبیاء کرام علیہمُ السَّلام کے کفر وشرک کا امکان بیان کرنا نہیں بلکہ اللہ کی مشیت کو بتلانا مقصود ہے کہ ایمان اور ہدایت سب اس کے اختیار میں ہے۔ اسی طرح اس آیت میں سمجھو کہ اس استثناء سے محض اظہارِ قدرت ومشیت مقصود ہے معاذ اللہ! یہ استثناء خبر دینے کے لئے نہیں کہ کافروں کا عذابِ جہنم ختم کر دیا جائے گا۔ امام قرطبیؒ اندلسی مالکی (م ۱۲۷۳ء) فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ زعم کیا کہ کافر دوزخ سے نکال لئے جائیں گے یا یہ کہ دوزخ ہی سرے سے فنا ہو جائے گی تو ایسے قائل نے اُس دین اور شریعت سے خروج اور انحراف کیا کہ جو حضور پرنور ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے، اور اس نے اُس چیز سے بھی خروج کیا کہ جس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہو چکا ہے۔ حافظ عسقلانیؒ نے ایسے مذہب کو نہایت ردی ومردود کہا۔ ابنِ حزمؒ نے جنت وجہنم کے ثواب وعقاب کے دائمی ہونے پر اجماع نقل کیا اور کہا ہے کہ اس اجماع پر امتِ محمدیہ کے تمام فرقے متفق ہیں۔

نوٹ راقم: امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے ہم عصر امام تقی الدین ابی الحسن علی بن عبد الکافی السبکی الانصاری الشافعی رحمہ اللہ اپنے ۲۳ صفحات پر مشتمل رسالہ "الاعْتِبَار بِبَقَآءِ الجَنَّةُ وَالنَّارِ" کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:

فَاءِ نَّ اعتقادَ المسلمين اَنَّ الجنة والنار لا تفنيان، و قد نَقَلَ ابو محَّمدبن حزم الاجماع على ذلك، و اَنَّ من خالفه كافرٌ باجماع، و لا شكَّ فى ذلك فانه معلوم من الدين بالضرورة،و تواردت الادلة عليه.

یہ رسالہ اس وقت میرے سامنے ہے۔امام السبکی رحمہ اللہ آگے پھر صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں:

ولذلك اَجمع المسلمون على اعتقاد ذلك وتلقوه خلفاً عن سلف عن نبيهم صلى الله عليه وسلم،وهو مركوز فى فطرة المسلمين،معلوم من الدين بالضرورة،بل وسائر الملل غير المسلمين يعتقدون ذلك، ومن ردَّ ذلك، فهو كافرٌ،ومن تاوَّلَه فهو كمَنْ تاوَّل الآيات الواردة فى البعث الجسمانى، وهو كافر ايضاً بمقتضى العلم.

جو ناظرین ترجمہ نہیں جانتے کسی عالم سے پوچھ سکتے ہیں۔

نمبر (۳)

﴿ ھود آیت ۱۰۳،۱۰۴،۱۰۵،۱۰۶،۱۰۷،۱۰۸،۱۰۹﴾ ترجمہ وتفسیر از توضیح القران از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب: **ترجمہ:** ان ساری باتوں میں اُس شخص کیلئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔وہ ایسا دن ہوگا جس کیلئے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا،اور وہ ایسا دن ہوگا جسے سب کے سب کھلی آنکھوں دیکھیں گے(۱۰۳) ہم نے اُسے ملتوی کیا ہے تو بس ایک گنی چنی مدت کیلئے ملتوی کیا ہے(۱۰۴) جب وہ دن آجائے گا تو کوئی اللہ کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔پھر اُن میں کوئی بدحال ہوگا،اور کوئی خوشحال۔(۱۰۵) چنانچہ جو بدحال ہونگے وہ دوزخ میں ہونگے،جہاں ان کی چیخنے چلانے کی آوازیں آئیں گی۔(۱۰۶) یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں(ف۶۰)، اِلّا یہ کہ تمہارے رَبّ ہی کو کچھ اور منظور ہو(ف ۶۱)۔یقیناً تمہارا رب

جوارادہ کرلے اس پر اچھی طرح عمل کرتا ہے۔(۱۰۷) اور جو لوگ خوشحال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں اِلّا یہ کہ تمہارے رَبّ ہی کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ ایک ایسی عطا ہوگی جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گی۔(۱۰۸) لہٰذا (اے پیغمبر!) یہ (مشرکین) جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہیں ان کے بارے میں ذرا بھی شک میں نہ رہنا۔ یہ تو اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسے ان کے باپ دادے پہلے ہی عبادت کیا کرتے تھے اور یقین رکھو کہ ہم ان سب کو ان کا حصّہ پورا پورا چکا دیں گے جس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔(۱۰۹)

تفسیر: (ف۶۰) اس سے موجودہ زمین اور آسمان مراد نہیں ہیں کیونکہ یہ قیامت کے ساتھ ختم ہو جائیں گے البتہ قرآن کریم ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں وہاں کے حالات کے مطابق دوسرے زمین و آسمان پیدا کئے جائیں گے (دیکھئے سورۂ ابراہیم آیت ۴۸ سورۂ الزمر آیت ۷۴) اور چونکہ وہ زمین و آسمان ہمیشہ رہیں گے اس لئے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔(ف۶۱) اسی قسم کا استثنا سورۃ الانعام آیت ۱۲۸ میں بھی گزرا ہے جیسا کہ وہاں ہم نے عرض کیا تھا اس کی ٹھیک ٹھیک مراد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن اس سے بظاہر ایک تو یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ کسی کے عذاب وثواب کا تمام تر فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے کسی کی فرمائش یا سفارش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے دوسرے یہ کہ کافروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی کوئی مجبوری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے وہ اگر کسی کو کفر کے باوجود عذاب سے نکالنا چاہے تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ اسکی مشیت کافروں کو ہمیشہ عذاب ہی میں رکھے جیسا کہ قرآنِ کریم کی اکثر آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿ھود آیت ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹﴾ ترجمہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ و تفسیر از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صاحبؒ

ترجمہ: اس بات میں نشانی ہے اس کو جو ڈرتا ہے آخرت کے عذاب سے (ف۱۰) وہ ایک دن ہے جس میں جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا (ف۱۱) (۱۰۳) اور اُس کو ہم دیر جو کرتے ہیں سو ایک وعدہ کیلئے جو مقرر ہے (ف۱) (۱۰۴) جس دن وہ آئے گا بات نہ کر سکے گا کوئی جاندار مگر اُس کے حکم سے، سو اُن میں بعضے بد بخت ہیں اور بعضے نیک بخت (ف۲) (۱۰۵)، سو جو لوگ بد بخت ہیں وہ تو آگ میں ہیں اُن کو وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا (۱۰۶) ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے (۱۰۷) اور جو لوگ نیک بخت ہیں سو جنت میں ہیں ہمیشہ رہیں اُس میں جب تک رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا (ف۳) (۱۰۸) سو تو نہ رہ دھوکے میں اُن چیزوں سے جنکو پوجتے ہیں یہ لوگ، کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا کہ پوجتے تھے اُن کے باپ دادے اس سے پہلے اور ہم دینے والے ہیں اُن کو اُن کا حصّہ یعنی عذاب سے بلا نقصان (ف۴) (۱۰۹)

تفسیر: (ف۱۰) یعنی دنیا جو ''دار العمل'' ہے، جب اُس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء پر سزائیں ملتی ہیں اور اِس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص ''دار جزاء'' ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی؟ اور کیا صورت رُستگاری کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کیلئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے۔ اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ (ف۱۱) یعنی تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اُسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کیے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا، گویا خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہ ہی ہوگا۔ (ف۱) یعنی اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا، تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ یہ محض فرضی اور وہمی باتیں ہیں۔ (ف۲) یعنی کوئی شخص ایسی بات جو مقبول و نافع ہو بدون حکم الٰہی کے نہ کر سکے

گا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن واجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔ (ف ۳) ان آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس قدر مُدّت آسمان وزمین دنیا میں باقی رہے اتنی مُدّت تک اشقیاء دوزخ میں اور سُعداء جنت میں رہیں گے۔ مگر جو اور چاہے تیرا رب، وہ اُسی کو معلوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصوّر کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مُدّت یہ ہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لئے ''مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ'' وغیرہ الفاظ محاوراتِ عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام وابدیت کا اصلی مدلول جسے لا محدود زمانہ کہنا چاہیے وہ حق تعالیٰ ہی کے علم غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے جس کو ''مَا شَآءَ رَبُّكَ'' سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کو کنایہ دوام سے مانا جائے۔ یا آسمان وزمین سے آخرت کا زمین وآسمان مُراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا ''يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم آیت ۴۸) مطلب یہ ہوا کہ اشقیاً دوزخ اور سُعد اُجنت میں اُس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین وآسمان باقی رہیں، یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے، وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اُسی کی مشیت واختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار ومشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہوگا۔ چنانچہ فرمادیا ''وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (بقرہ آیت ۱۶۷) اور ''يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا'' (المائدہ ۳۷) اور ''لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ'' (بقرہ ۱۶۲) اور ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ'' (النساء ۱۱۶) اسی پر تمام اہل اسلام کا اجماع رہا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد مفسّرین نے جو کچھ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہ یا روایات ضعیفہ وموضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ ماوّلہ۔ یا بعض آیات واحادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بدفہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر خدا کی توفیق سے

مستقل تفسیر لکھنے کی نوبت آئی اس میں مفصل کلام کیا جائے گا۔اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں، رہا عصاۃ موحدین کا مسئلہ یعنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جائیں گے (العیاذ باللہ) اُن کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن ضرور اُن کو نکال کر جنت میں پہنچائیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی نکلنا نہیں۔شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ اور اشقیاء کے ذکر میں ''اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ ارشاد ہوا تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔(تنبیہ) ''اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ'' سے متنبہ فرما دیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا بہمہ وجوہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔نیز یہ جتلا دیا کہ جزاء وسزا دینا اُس کے اختیار ومشیت کے تابع ہے۔'' آریہ سماج '' وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔(ف۴) یعنی اتنی مخلوق کا شرک وبت پرستی کے راستہ پر پڑ لینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکا کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔یہ لوگ اپنے باپ دادا کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں۔وہ جھوٹے معبود اُن کے کیا کام آئے، جو اِن کے کام آئیں گے؟ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصّہ ملے گا۔جس میں کوئی کمی نہ ہوگی یا کبھی کم نہ کیا جائے گا گویا لفظ ''غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ '' ''عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ '' کا مقابل ہوا۔بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دنیا میں رزق وغیرہ کا پورا حصّہ ملے گا۔پھر شرک کی پوری سزا بھگتیں گے۔

باب سوم

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تین ادوار

فصل اول

جہنم کی ابدیت و غیر ابدیت کے مسئلہ سے متعلق علامہ سید سلیمان ندویؒ تین ادوار سے گزرے تھے

پہلا دور

۱۹۱۴ء سے ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ کا درمیانی عرصہ ہے جس میں سید صاحبؒ نے اپنے استاذ علامہ شبلی نعمانیؒ کی وفات ۱۹۱۴ء کے بعد اُن کی صرف پچیس تیس صفحات تک لکھی گئی سیرت النبیؐ حصہ چہارم کو مکمل کیا۔ اِس حصہ کے بابِ دوزخ سے تحریر کے چار شذرات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ سید صاحبؒ کو کن متشابہ آیات سے اشتباہ و التباس ہوا تھا جس کی بنا پر آپ نے محکم آیات کے مطلب کو غلط سمجھ لیا تھا جس کا ذکر دوسرے شذرہ میں آ رہا ہے، اور آپ غیر ابدیتِ جہنم کی طرف مائل و قائل ہو گئے تھے۔ شذرات کی زہر کو ساتھ ساتھ زائل کرنے کی خاطر قوسین میں عبارت راقم کے قلم سے ہے جسے اِس زہر کا تریاق سمجھنا چاہئے۔

پہلا شذرہ

زیرِ عنوان ''کیا دوزخ کی انتہا ہے'' میں سید صاحبؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اسلام کی رو سے سب سے بڑے مجرم مشرک و کافر ہیں جو اس وقت تک نجات نہ پا سکیں گے جب تک دوزخ کے تنور میں ایک گرم کوئلہ بھی باقی

ہے، تاہم ان کے عذاب کی مدت کی نسبت بھی قرآن میں حسبِ ذیل تصریحات ہیں۔''

(پھر تصریحات میں جن آیات کو سید صاحبؒ نے ذیل میں لکھا ہے وہ سورہ النباء کی آیت ۲۳، سورہ الانعام کی آیت ۱۲۸، سورہ ھود کی آیت ۱۰۷، ہیں جو درحقیقت تصریحات نہیں ہیں بلکہ وہی متشابہ آیات ہیں جن سے سید صاحب کو تصریحات کا اشتباہ والتباس ہوا تھا اور بعد میں اِس اشتباہ سے رجوع کیا تھا۔ تصریحات تو وہ ہیں جو واضح آیات و واضح احادیث میں باب اول میں گزر چکی ہیں۔ راقم) آگے سید صاحبؒ ایک جگہ لکھتے ہیں :

''قرآن پاک میں کوئی ایسی صاف وصریح آیت موجود نہیں ہے جس سے دوزخ کی بقائے دوام، عدم انتہا اور تسلسل وجود پر بتصریح استدلال کیا جا سکے''۔ (سبحان اللہ، کیوں موجود نہیں ہے! پہلے باب میں واضح آیات جو ناظریں پڑھ چکے ہیں وہ سب صاف وصریح ہیں جو صریحاً خبر دے رہی ہیں کہ اصحاب النار یعنی کافر ہمیشہ اپنے ٹھکانہ جہنم میں رہیں گے۔ جب وہ ہمیشہ رہیں گے تو ان کا ٹھکانہ جہنم بھی ہمیشہ رہے گا۔ راقم)

آگے سید صاحبؒ نے سورۃ ھود آیات ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸ کو لکھا ہے، پھر سورۃ بینہ کی آیات ۶ اور ۷ کو پورا لکھا اور آیت ۸ کے آخری الفاظ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ کو چھوڑ دیا۔ پھر سورۃ تغابن آیت ۹ کا آخری جزء اور آیت ۱۰ پوری اور سورۃ ال عمران کی آیات ۱۰۶ اور ۱۰۷ دونوں پوری لکھی ہیں۔ اِن مذکورہ آیات کی تشریح میں آپ نے جہاں جہاں دیکھو کہ، غور سے دیکھو، دیکھو کہ، کے بعد جو کچھ لکھا ہے تو یہ سب کچھ وہی ہے جس سے آپ نے بعد میں رجوع کیا تھا۔

آگے سید صاحبؒ نے سات احادیث کا ترجمہ لکھا ہے جس کو یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں۔ جو ناظریں وہاں سے ان سات احادیث کا ترجمہ پڑھیں اُن سے گزارش ہے کہ وہ سورۃ ھود کی آیات ۱۰۳ تا ۱۰۹ کا ترجمہ وتفسیر ضرور دیکھیں جو اِس رسالہ میں زیر عنوان ''آیات جن کو غلط فہمی سے فناء جہنم ثابت کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے'' میں ابھی اوپر

گذرا ہے۔ وہاں پر آخر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ ''اِسی پر تمام اہل اسلام کا اجماع رہا ہے یعنی کفار و مشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہوگا اور جو ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد مفسرین نے جو کچھ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہ یا روایات ضعیفہ و موضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ ماوٴلہ۔ یا بعض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بدفہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔''

دوسرا شذرہ

زیرعنوان ''دفع شبہہ'' میں سید صاحبؒ لکھتے ہیں :

''قرآن پاک میں ایسی بھی چند آیتیں ہیں جن سے لوگوں کو دوزخ کے دوام کا خیال ہوا ہے، مثلاً وہ تین آیتیں جن میں کفار کو خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا۔ ہمیشہ کیلئے عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ (آیتوں کا ترجمہ مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کا ہے۔ راقم)

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكَافِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے کافروں کو رحمت سے دور کر دیا ہے، اور ان کیلئے بڑھکتی ہوئی آگ تیار کی ہے (آیت ۶۴ سورۃ احزاب) خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ج لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا جس میں وہ ہمیشہ اس طرح رہیں گے کہ انہیں نہ کوئی حمایتی مل سکے گا، اور نہ کوئی مددگار (آیت ۶۵ سورۃ احزاب)۔ (لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا کے الفاظ شامل کر کے راقم نے آیت کو پورا کیا ہے۔ راقم)

(۲) اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا البتہ (جس چیز پر مجھے اختیار دیا گیا ہے، وہ) اللہ کی طرف سے بات پہنچا دینا، اور اُس کے پیغامات ہیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کیلئے جہنم کی آگ ہے جس میں ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (آیت ۲۳ سورۃ جن) (اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ کے الفاظ شامل کر کے راقم نے آیت کو پورا کیا ہے۔ راقم)

(۳)اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ ظَلَمُوۡا لَمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَلَھُمۡ وَ لَا لِیَھۡدِیَھُمۡ طَرِیۡقًا جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے (اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک کر ان پر) ظلم کیا ہے، اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے، اور نہ ان کو کوئی اور راستہ دکھانے والا ہے۔ (آیت ۱۶۸ سورۃ نساء) اِلَّا طَرِیۡقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا اَبَدًا ط وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا سوائے دوزخ کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بات اللہ کے لئے بہت معمولی بات ہے (آیت ۱۶۹ سورۃ نساء)۔ (وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیرًا کے الفاظ شامل کر کے راقم نے آیت کو پورا کیا ہے۔ راقم)۔ آپؒ آگے لکھتے ہیں:

'' ان تینوں آیتوں میں خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا اَبَدًا (دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ جن کے حق میں یہ آیتیں آئی ہیں وہ اس وقت تک دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک حسبِ مشیت الٰہی دوزخ کے خاتمہ کا دور نہیں آئے گا۔'' (یہ مطلب غلط قرآن فہمی کی بنا پر بالکل من گھڑت ہے، اور بغیر حوالہ کے ہے۔ سید صاحبؒ شیطان کے چکر میں پھنس گئے تھے۔ اِن تینوں آیتوں کے اِس مطلب میں جو تلبیسِ ابلیس کا جال تھا سید صاحبؒ نے جلد ہی اس کو توبہ کے تریاق سے اور لَا یَجِدُوۡنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیۡرًا (آیت ۶۵ سورۃ احزاب) کی تلوار سے چاک کر دیا تھا۔ پہلے یہ تلوار شیطان نے میان میں چُھپا کر سید صاحب کو چکما دے دیا تھا۔ پھر رجوع کے وقت آپؒ سمجھ گئے تھے کہ دوزخ ختم نہیں ہوگی۔ جیسے ابلیس نے آدم وحوا علیہما السلام کو جنت میں بہکاتے وقت صاف صاف حکمِ الٰہی کی تلبیسی توجیہات گھڑ کر سلا دیا (دیکھو: سورۃ اعراف آیات ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ کا ترجمہ ☆☆)، ایسے ہی شیطان نے سید صاحب کو ان تینوں آیتوں کے صاف صاف مطلب میں اپنی تلبیسی توجیہ گھڑ کر اگر سلا دیا تھا تو ہم ایسی پھسلن سے بچیں اور ہر وقت اعراف آیت ۲۷ کو اپنے سامنے رکھیں اور اگر پھر بھی پھسل جائیں تو آدم علیہ السلام اور اِس وارثِ انبیاء یعنی علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح توبہ کر لیں۔ راقم)

☆☆اللہ نے کہا: ''نکل جا یہاں سے ،ذلیل اور مردود ہو کر۔اُن میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا ،(وہ بھی تیرا ساتھی ہوگا)اور میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا (آیت ۱۸)۔اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو،اور جہاں سے جو چیز چاہو ،کھاؤ۔البتہ اِس (خاص) درخت کے قریب بھی مت پھٹکنا، ورنہ تم زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے'' (آیت ۱۹) پھر ہوا یہ کہ شیطان نے اُن دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا ،تا کہ اُن کی شرم کی جگہیں جو اُن سے چھپائی گئی تھیں،ایک دوسرے کے سامنے کھول دے۔کہنے لگا کہ: ''تمہارے پروردگار نے تمہیں اس درخت سے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس وجہ سے روکا تھا کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل ہو جائے۔'' (آیت ۲۰) اور اُن کے سامنے وہ قسمیں کھا گیا کہ یقین جانو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں (آیت ۲۱) اس طرح اُس نے دونوں کو دھوکہ دے کر نیچے اُتار ہی لیا۔چنانچہ جب دونوں نے اُس درخت کا مزہ چکھا تو اُن دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں،اور وہ جنت کے کچھ پتے جوڑ جوڑ کر اپنے بدن پر چپکانے لگے۔اور اُن کے پروردگار نے اُنہیں آواز دی کہ: ''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہیں تھا،اور تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟'' (آیت ۲۲) دونوں بول اٹھے کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گزرے ہیں،اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا،اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نامراد لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔(آیت ۲۳)اللہ نے (آدم،ان کی بیوی اور ابلیس سے)فرمایا: ''اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ،تم ایک دوسرے کے دُشمن ہو گے،اور تمہارے لیے ایک مدت تک زمین میں ٹھہرنا اور کسی قدر فائدہ اٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے۔'' (آیت ۲۴) فرمایا کہ : ''اسی (زمین) میں تم جیو گے،اور اسی میں تمہیں موت آئے گی،اور اُسی سے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے نکالا جائے گا۔'' (آیت ۲۵) اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے اُن حصوں کو چھپا سکے جن کا کھولنا بُرا ہے،اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔

اور تقوی کا جو لباس ہے، وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ سب اللہ کی نشانیوں کا حصہ ہے، جن کا مقصد یہ ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔ (آیت ۲۶) اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! شیطان کو ایسا موقع ہرگز ہرگز نہ دینا کہ وہ تمہیں اسی طرح فتنہ میں ڈال دے جیسے اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا، جبکہ اُن کا لباس اُن کے جسم سے اُتروالیا تھا، تاکہ ان کو ایک دوسرے کی شرم کی جگہیں دکھادے۔ وہ اور اُس کا جتھہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُنہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیطانوں کو ہم نے انہیں کا دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے (آیت ۲۷)۔

تیسرا شذرہ

زیرِ عنوان ''مشرک وکافر کا آخر انجام'' میں سید صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اگر یہ صحیح ہے کہ بالآخر ایک دن جہنم کی آگ سرد ہوجائے گی تو کیا اہلِ کفر وشرک بھی اپنے گناہوں سے پاک ہوکر رحم وکرم کے سزاوار ہوجائیں گے؟ جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود ہے کہ شرک وکفر کا گناہ معاف نہ ہوگا یعنی اس کے اُخروی نتائج کی پاداش ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ شرک وکفر کی جزاء دوام عذاب اور خلود نار خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ ہے یعنی جب تک دوزخ قائم ہے اس سے انکو نجات نہیں مل سکتی مگر جب حسب مشیت الٰہی وہ دن آئے کہ دوزخ کی مدتِ حیات ختم ہوجائے تو اس وقت عجب نہیں کہ اُن کو بھی اُس سے رہائی مل سکے۔ چنانچہ مشرکین وکافرین کے ذکر میں خدا فرماتا ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ الانعام آیت ۱۲۸۔ اللہ فرمائے گا دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے اِس میں ہمیشہ رہو گے مگر یہ کہ جو چاہے اللہ۔ اِس آیت کا آخری ٹکڑا خاص طور سے غور کے قابل ہے۔ فرمایا: تیرا رب حکمت اور علم والا ہے۔ اِس موقع پر خدا کیلئے خاص طور سے رب کا لفظ لانا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسکی شانِ ربوبیت اگر چاہے گی اور اس کے غیر محدود علم وحکمت کا اقتضاء ہو گا تو دوزخ کے خاتمہ پر ان کو رہائی مل سکے گی۔ لیکن اس میں شک ہے کہ آیا اس کے بعد بھی

وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے قرآن پاک میں یہ تصریح الٰہی ہے: اِنَّہٗ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَ مَاۡوٰہُ النَّارُ یہ کہ بے شبہ اللہ کا جو شریک بنائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے (المائدہ آیت ۷۲)''۔ پھر.....آخر میں سید صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اس سے زیادہ اس بات میں کچھ اور کہنا حد سے آگے بڑھنا ہے کہ جس کی تصریح خود خدا تعالیٰ نے فرمائی اس کی تصریح کا حق کسی اور کو کیا ہے۔ اس لئے مشرک و کافر کے آخر انجام کے سوال کا جواب صرف مشیتِ الٰہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰىکُمۡ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ط اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ۔الانعام آیت ۱۲۸۔ (پہلے دو شذرات میں سید صاحبؒ کی غلط فہمی عروج پر تھی۔ اِس میں کم ہے۔ اِس لیے بات کو اگر کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ سید صاحبؒ نے یہ جو کچھ لکھا ہے، غلط لکھا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جہنم نہ ختم ہوگی، نہ سرد۔ وہاں کافروں پر رحمت نہیں ہوگی۔ وہاں کافروں کی مہمانی جہنم کے زقوم درخت اور کھولتے ہوئے گرم پانے سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا اظہار قرآن مجید میں صاف صاف فرما دیا ہے کہ کافر و مشرک آخرت میں فلاح نہیں پاسکتے: مثلاً'' وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ لَا بُرۡہَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الۡکٰفِرُوۡنَ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے جس پر اس کے پاس کسی قسم کی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ یقین جانو کہ کافر لوگ فلاح نہیں پاسکتے (سورۃ المؤمنون آیت ۱۱۷) وغیرہ آیات قابل غور ہیں۔'' (تنبیہ) ایسے مواقع جہاں متشابہ آیات کے معانی و مطالب متعین و معلوم کرنے میں کچھ اشتباہ و التباس ہوتا ہے وہاں ضروری ہے کہ اُصول و ضابطہ الٰہی جو سورۂ آل عمران آیت ۷ میں بیان ہوا کو سامنے رکھتے ہوئے متشابہات کی مراد کو (دیکھو تفسیر تھانویؒ) محکمات کے موافق بنایا جائے۔ شیطان اِس جگہ بھی انسان کی گمراہی کیلئے گھات لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ملعون ایک عالم کو ایسے مواقع سے بہکانے کے مطلب کو خوب جانتا ہے کہ پھر

ایک عالَم خود بخود بہک جائے گا اور اِس فتنہ فناء جہنم میں یہی کچھ ہوا ہے۔ سید صاحبؒ نے رجوع وتوبہ کے تِریاق سے جب شیطان کی زہریلی کھیتی پر پانی پھیر دیا تو اس ملعون کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اپنی زہریلی کھیتی کی باقیات کو برقرار رکھنے کیلئے بھاگا بھاگا اُس وقت کے ارباب دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، انڈیا پہنچا اور اُن کو وسوسے ڈال ڈال کر اس بات پر آمادہ کر ہی لیا کہ مولانا احمد رضا بجنوریؒ کے خط کے جواب میں یہ لکھ دو کہ سید صاحب کا رجوع رسالہ معارف میں لکھ دیا گیا ہے، وہ کافی ہے۔ اب سیرت النبیؐ کے ساتھ شائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اِس خط کا ذکر باب چہارم میں آگے آرہا ہے۔

اب سید صاحبؒ نے اِس ''تصریح'' پر جو کچھ اوپر لکھا ہے اس میں تضاد ملاحظہ ہو۔

(۱) ایک تصریح سے کافروں کو جہنم سے نکالتے ہیں (پہلا دور)۔ یہ تصریح انہیں متشابہ آیات (النباء ۲۳، الانعام ۱۲۸، ھود ۱۰۷) میں اپنی غلط قرآن فہمی سے نظر آئی۔

(۲) دوسری تصریح سے کافروں کو جنت میں داخل نہیں کر پائے (پہلا دور)۔ یہ تصریح انہیں المائدہ آیت ۷۲ میں نظر آئی، اور درست نظر آئی۔

(۳) تیسری تصریح سے کافروں کو پھر ہمیشہ کیلئے جہنم ہی میں ڈالتے ہیں (تیسرا دور، رجوع دور)۔ یہ تصریح انہیں رجوع کے وقت نظر آئی، اور درست نظر آئی۔

مزید تضاد ''سید صاحب کی اپنی تحریروں میں تضاد بھی ہے'' میں دیکھیں جو آگے فصل دوم (۱) میں آرہا ہے۔ راقم)

چوتھا شذرہ

زیرِ عنوان ''عذابِ دوزخ کفارۂ گناہ ہے'' کے آخر میں سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳ ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّه' هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ کہہ دو کہ: ''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان

ہے''۔ ﴾ لکھنے کے بعد سید صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اُس کی رحمت کا ظہور جس طرح اِس دنیا میں ہوا ہے، اُس دنیا میں بھی ہوگا اور وہاں اُس کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر اُس کے مقامِ لعنت (دوزخ) سے دوری اور اُس کے مقامِ رحمت (بہشت) سے قرب ہے۔ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۔ جس کسی شخص سے اُس دن وہ عذاب ہٹا دیا گیا اُس پر اللہ نے بڑا رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے (الانعام آیت ١٦)۔ اللہ تعالیٰ کی ان پے در پے رحمتوں کا یہ تقاضا ہے کہ وہ گنہگاروں کو زیادہ سے زیادہ یہ کہ اُن کے نتائجِ عمل کے بھگت لینے کے بعد آخر کار اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے اور وہ اُن کو اپنی بخششوں سے سرفراز فرمائے''۔

(عذابِ دوزخ کفارۂ گناہ ہے اور مقامِ لعنت (دوزخ) سے دوری کے سلسلے میں گنہگاروں سے مراد کون ہیں؟ سید صاحبؒ کی اِس عبارت کو آگے پیچھے کی عبارتوں سے اور خاص کر بالا شذرات از باب دوزخ کی عبارتوں سے ملا کر پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ آخرت میں بھی کافروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں شامل کرتے ہیں اور یہ شامل کرنا اُن کی غلط قرآن فہمی سے ہوا جس سے بعد میں رجوع کیا اور یہ غلطی اِس وقت اور لوگ بھی کر رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم کے قاعدہ کلیہ کے مطابق آخرت میں رحمت صرف مؤمنین پر ہوگی۔ راقم)

﴾ دوسرا دور ﴿

جلد چہارم سیرت النبیؐ کی دوسری طباعت ٢٧ رجب ١٣٥٣ھ سے ذی الحجہ ١٣٦١ھ مطابق جنوری ١٩٤٣ء کا درمیانی عرصہ ہے۔ اِس طبع ثانی میں سید صاحب نے رجوع تو ابھی نہیں کیا تھا البتہ جمہور کا مسلک بطور اضافہ کے لکھا اور اِس جلد چہارم میں شامل کیا جس میں سید صاحبؒ نے جو کچھ لکھا اس میں سے کچھ یہ ہے:

جمہور کا مسلک:

''جمہور کے نزدیک بہشت کی طرح دوزخ بھی ہمیشہ باقی رہے گی اور ان لوگوں کو جو شرک وکفر کے مرتکب ہونگے کبھی دوزخ سے نجات نہیں ملے گی''۔

پھر بالا آیتوں جن میں خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا کے الفاظ آئے ہیں لکھ کر سید صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اِن آیتوں سے معلوم ہوا کہ اُن پر ہمیشہ عذاب دوزخ ہوگا تو عذاب کی جگہ دوزخ بھی ہمیشہ قائم رہے گی۔ اِن آیتوں کے علاوہ اور بھی دوسری آیتیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کا عذاب کفار سے کبھی دور نہ ہوگا''۔ پھر سید صاحب ۱ تا ۱۱ نمبرات میں قرآنی آیات (جن کو لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں) لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اس قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ مرتے دم تک شرک وکفر میں مبتلا رہے اور توبہ نہیں کی اُن کا گناہ بخشا نہ جائے گا اور وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہوسکیں گے بلکہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں پڑیں رہیں گے جہاں نہ اُن کے عذاب میں کبھی تخفیف ہوگی اور نہ اُن کو موت آئے گی''۔

تیسرا دور

ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۴۳ء سے سید صاحبؒ کی وفات ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کا درمیانی عرصہ ہے جس میں آپ نے جنوری ۱۹۴۳ء میں رسالہ معارف میں اپنے رجوع کو بقلمِ خود اِس طرح لکھا:

''اِسی طرح فنائے نار کے مسئلہ میں پہلے حافظ ابنِ تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کی پیروی میں کچھ لکھا گیا، بعد کو جمہوری رائے کا اضافہ کرکے دونوں کے دلائل کی تشریح کردی اور اب بحمد اللہ کہ اس باب میں جمہور ہی کے مسلک کا حق ہونا سمجھ میں آگیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ!''

پھر آگے رجوع (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بابِ چہارم نمبر ۵ رسالہ معارف) کے آخر میں لکھتے ہیں:

''اگر مسلمانوں میں کوئی ایسا ہو جس نے میری وجہ سے ان مسئلوں میں میری رائے اختیار کی ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ میرے اس رجوع اور تصحیح کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور صحیح امر اختیا کرے۔ علمائے سلف میں اپنی رائے سے رجوع اور ترجیح اور قولِ ثانی کا رواج عام رہا ہے۔ یہ اُن ہی کا اتباعِ حق ہے''۔

سید صاحب کے تینوں ادوار کا تذکرہ ختم ہوا۔

فصل دوم

(۱) علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اپنی تحریروں میں تضاد بھی ہے

اِس تضاد کو جاننے کیلئے سید صاحبؒ کی اپنی تحریریں جو باب دوزخ میں ہیں اُن کو آپس میں اور اُن کو اُن تحریروں سے ملا کر سمجھنے کی ضرورت ہے جو کتبِ الٰہی پر ایمان میں ابھی تک پائی جاتی ہیں۔ باب دوزخ میں موجود تضاد کا ذکر اوپر تیسرا شذرہ مشرک و کافر کا آخر انجام کے آخر میں ''تصریح'' کے تضاد میں ابھی گزر چکا ہے۔ اب باب دوزخ کے بالا چاروں شذرات کی تحریروں کو ذہن میں رکھتے ہوئے درج ذیل شذرات جو ''کتب الٰہی پر ایمان'' سے منقول ہیں پر غور و فکر کیا جائے تا کہ تضاد اخذ و ثابت ہو سکے۔

پہلا شذرہ :

''نیز یہ معلوم ہوا کہ جن آیتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ اب جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور نصرانی اور صابی جو بھی خدا اور یومِ آخر پر ایمان لایا اور اُس نے نیک کام کیا اُس کو خوف و غم نہ ہوگا۔ ان میں خدا پر ایمان لانے سے مقصود توحیدِ کامل ہے اور اس کا یہ منشا نہیں کہ یہود و نصاریٰ اور صابی وغیرہ اپنے موجودہ گمراہ عقیدوں کے باوجود نجات کے مستحق ہیں۔ یہود و نصاریٰ کیا

مسلمان بھی اس توحیدِ کامل کے بغیر نجات کے مستحق نہیں جب تک مسلمانوں کا ایمان اور عمل صالح ٹھیک اس تعلیم کے مطابق نہ ہو جو اُن کے رسول کے ذریعہ سے دنیا میں آئی ہے۔ یہ اصول ہر ایک کے لیے ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی عیسائی ہو یا صابی غرض کسی نبی کی پیروی کا مدعی ہو۔''

دوسرا شذرہ:

''یہود و نصاریٰ اور اہل کتاب کو تعلیم محمدی ﷺ کی طرف دعوت اسی ''ہدایت'' کے پانے کے لیے ہے جو اسلام یعنی انبیاء علیہم السلام کے دینِ ازلی سے عبارت ہے اور جسکو لیکر محمد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور اب فلاح و نجات اِسی کے ماننے پر منحصر ہے۔''

تیسرا شذرہ:

''نیز آپ ﷺ عالمگیر پیغمبر بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے ہدایت نامہ، نبوت عمومی اور نجاتِ کامل اور فلاحِ عام اب صرف وحیِ محمدی ﷺ کے اندر محدود ہے''۔

لہٰذا، تضاد تو صاف ظاہر ہے۔ ایک طرف تو سید صاحبؒ کہہ رہے ہیں کہ مسلمان بھی توحیدِ کامل کے بغیر نجات کے مستحق نہیں ۔۔الخ اور دوسری طرف کافر و مشرک کو بھی دوزخ سے نکالنے کی باتیں باعتبار اپنے پہلے دور کے کر رہے ہیں، اور قرآن کریم میں ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ اور اُس دن (اعمال کا) وزن ہونا اٹل ہے۔ چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کی ترازو کے پلے ہلکے ہوں گے، وہی

لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتیاں کرکر کے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہوگا (سورۃ الاعراف آیت ۸،۹)۔ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَهُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَزۡنًا یہ وہ لوگ ہیں کہ دُنیوی زندگی میں ان کی ساری دوڑ دُھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیتوں کا اور اس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا، اس لئے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہوگیا، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے (سورۃ الکہف آیت ۱۰۴،۱۰۵)۔

اور بخاری ۴۷۲۹ و مسلم ۷۰۴۵ میں بروایت ابوہریرہؓ یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعض موٹے فربہ آدمی آئیں گے جن کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، اور اس کی شہادت میں آپؐ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی، فَلَا نُقِیۡمُ لَهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَزۡنًا

سورۃ الاعراف آیت ۸،۹ کا ترجمہ وتفسیر اختصار شدہ بیان القرآن از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ میں یہ ہے:

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا (ف۳) پھر جس شخص کا پلّہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے (آیت ۸)۔ اور جس شخص کا پلّہ ہلکا ہوگا، سو وہ لوگ ہوں گے، جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا، بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے (ف۴)۔ (آیت ۹)

تفسیر: (ف۳) یعنی قیامت کے روز (ف۴) اس میزان میں ایمان وکُفر کا وزن کیا جائے گا اور اسی میزان میں ایک پلّہ خالی رہے گا، اور ایک پلّہ میں اگر وہ مومن ہے تو ایمان اور اگر وہ کافر ہے تو کُفر رکھا جائے گا۔ جب اس تول سے مومن وکافر متمیز ہو

جاوینگے،تو پھر خاص مومنین کیلئے ایک پلّہ میں اُن کے حسنات اور دوسرے پلّہ میں اُن کے سئیات رکھ کر ان اعمال کا وزن ہوگا اور جیسا کہ درمنثُور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حسنات غالب ہوئے تو جنت اور اگر سئیات غالب ہوئے تو دوزخ اور اگر دونوں برابر ہوئے تو اعراف اس کیلئے تجویز ہوگی، پھر خواہ شفاعت سے قبل سزا خواہ سزا کے بعد مغفرت ہوجائے گی۔

لہٰذا، اب سید صاحب کے تینوں ادوار، اور اُن کی اپنی تحریروں میں تضاد، اور اُن کے رجوع کے بعد، ہم سب مسلمانوں کو اُن کے پہلے دور کی تحریروں کو جواَب بھی بابِ دوزخ میں موجود ہیں اور فنائے نار جہنم اور کافر ومشرک کو جہنم سے نکالنے کی بھرپور طرفداری کرتی ہیں اُن سب کو آپ کا قولِ اول قرار دے کر کالعدم سمجھنا چاہئے اور صحیح عقیدہ ''ابدیت جنت و جہنم'' کو اُن کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔

کافر مشرک اور اپنی جان پر ظلم کرنے والے مسلمان کافر کی سات قسمیں ہیں

(۱) کافر اگر اسلام ظاہر کرے تو وہ منافق ہے (۲) اسلام کے بعد کافر ہوجائے تو وہ مرتد ہے (۳) تعددِّ آلہہ کا قائل ہو تو وہ مشرک ہے (۴) کسی منسوخ دین سماوی کا قائل ہو تو وہ کتابی ہے، کالیھود والنصاریٰ (۵) جو زمانے کو حوادث کا موجد مانتا ہو اور اس کے قِدَم کا قائل ہو وہ دہری ہے (۶) جو وجودِ صانع کا منکر ہو وہ مُعطِّل ہے، اسے مادی بھی کہتے ہیں (۷) جو کافر اپنے کفریہ عقائد کو بصورتِ اسلام پیش کرتا ہو وہ زِندِیق ہے۔ زندیق کو مُلحد بھی کہتے ہیں۔ (مُقدّمہ تفہیمُ المُسلِم از مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دارالعلوم کراچی)

اِن سب اَقسام کے کافر مشرک جہنم کے حقیقی و ابدی و مستقل باشندے ہونگے اگر اسی کفر پر مرے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

اپنی جان پر ظلم کرنے والے مسلمان

ایمان وعمل کی کمی وزیادتی کے لحاظ سے مسلمانوں کی تین اَقسام ہیں

(۱) ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اپنی جان پر ظلم کرنے والے)

(۲) وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (اور درمیانے درجے کے)

(۳) وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ (اور نیکیوں میں بڑے چلے جانے والے)

اِن اَقسام کا ذکر سورۃ فاطر آیت ۳۲ میں اِن ہی الفاظ کے ساتھ ہوا ہے، اور درجہ بدرجہ اِن سب کو ہی قرآن کا وارث کہا گیا ہے۔ درمیانے اور اعلیٰ درجے والے مسلمان تو جہنم میں گرے بغیر ہی اپنی اپنی رفتار سے پل صراط پار کرلیں گے، اور جنت میں جا داخل ہوں گے۔ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کی مزید دو قسموں (یہ قسمیں راقم نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر عثمانی سے اخذ کی ہیں) میں سے ایک قسم ''گنہگار وریاکار مسلمانوں'' کی ہے جس کا ذکر نیچے ہو رہا ہے اور ایک قسم ''نام نہاد مسلمانوں'' کی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ نام نہاد مسلمانوں کے حالات کے پیشِ نظر اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کہ وہ کدھر لگائے جائیں گے۔ اُن کا شمار جہنم سے نہ نکلنے والے کافروں مشرکوں میں ہوگا یا جہنم سے نکلنے والے گنہگار وریاکار مسلمانوں میں، کیونکہ اُن کی پوزیشن نہایت خطرناک ہے۔

گنہگار وریاکار مسلمان

(نمبر ۱) باب: ریاکاری سے ترہیب کا بیان، یہی شرک خفی ہے، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اِس باب میں مسند احمد حدیث ۹۷۱۴ کا ترجمہ یہ ہے: ''سلیمان بن یسار کہتے ہیں: جب لوگ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اردگرد سے بکھر گئے تو اہل شام کے ایک ناتل نامی آدمی نے کہا: محترم! ہمیں کوئی حدیث بیان کرو، جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے سنی ہو۔انہوں نے کہا: جی ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے روز سب سے پہلے ان (تین قسم کے) افراد کا فیصلہ کیا جائے گا: (۱) جس آدمی کو شہید کیا گیا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا، وہ پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا: تو کیا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا، حتی کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، تو نے تو اس لئے جہاد کیا تھا تا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور ایسے (دنیا میں) کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۲) علم سیکھنے سکھانے اور قرآن مجید پڑھنے والا آدمی، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا، وہ اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو کون سا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے تیری خاطر علم سیکھا سکھایا اور تیرے لئے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، حصولِ علم سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ قاری کہا جائے، سو ایسے تو کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳) وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے خوشحال و مالدار بنایا اور اسے مال کی تمام اقسام عطا کیں، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کا تعارف کروائے گا، وہ پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کون سا عمل کر کے لایا ہے؟ وہ کہے گا: جن مصارف میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے ان تمام مصارف میں تیرے لئے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تیرا خرچ کرنے کا مقصد تو یہ تھا کہ تجھے سخی کہا جائے اور وہ تو کہہ دیا گیا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم ہو گا، جس کے مطابق اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' یہ حدیث، صحیح مسلم (۴۹۲۳)، باب: جس شخص نے دکھاوے اور نام ونمود کے لئے جنگ کی

وہ جہنم کا مستحق ہے، میں بھی آئی ہے۔

ناظرین نوٹ کیجئے کہ اِس حدیث (مسند احمد ۹۷۱۴) میں اعمالِ ریاء پر جہنم میں ڈالنے کا تو ذکر ہے لیکن جہنم سے نکالنے یا نہ نکالنے کے بارے میں خاموشی ہے۔ اِس خاموشی کو توڑنے کے لئے گویائی ہمیں درج ذیل حدیثوں اور ان جیسی دوسری حدیثوں سے ملتی ہے:

(۱) مسلم ۴۵۹ جو واضح احادیث میں (نمبر ۸) صفحہ ۳۷ پر درج کر دی گئی ہے۔

(۲) السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱۴۳۵ جو واضح احادیث میں (نمبر ۱۰) صفحہ ۳۸، ۳۹ پر درج کر دی گئی ہے۔

(۳) مسلم ۴۷۷ جو واضح احادیث میں (نمبر ۱۱) صفحہ ۳۹ پر درج کر دی گئی ہے۔

علاوہ ازیں بخاری ۷۴۳۹ السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۱۴۴۵ مشکوٰۃ المصابیح ۵۵۷۹ و ۵۵۸۰ مسند احمد ۱۳۱۱۱ و ۱۳۳۳۶ ابنِ ماجہ ۴۳۰۹ ترمذی ۲۵۹۷ وغیرہ سے بھی خبر گویائی ملتی ہے جو اس رسالہ میں درج نہیں، ناظرین اپنے طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ سب کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

''کافر و مشرک جہنم میں نہ مریں گے نہ جئیں گے، نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ اپنے اپنے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ جن گنہگار و ریا کار مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جہنم میں داخل کرے گا، انہیں محدود مُدّت بعد گروہ در گروہ جہنم سے نکال لے گا، بعض کو بذریعہ مختلف سفارشوں کے اور بعض کو آخر میں براہِ راست اپنی مٹھی سے جبکہ ان پر ایک قسم کی موت آجائے گی اور وہ جہنم میں کوئلہ ہو چکے ہوں گے، اور یہ نکالنا اُس وقت ہوگا جب کافر و مشرک لوگ ان مسلمانوں کو جہنم میں ایک طعنہ دینگے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر میں سورۃ الحجر آیت ۲ کے فائدہ (ف ۱) کے آخر میں لکھتے ہیں: ''طبرانی کی حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں

کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خُدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعدہٗ مشرکین ان پر طعن کرینگے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تمہیں کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ '' رُبَمَا یَوَدُّالَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَا نُوْا مُسْلِمِیْنَ '' گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرینگے۔''

ترجمہ آیت: ایک وقت آئے گا جب یہ کافر لوگ بڑی تمنائیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

(نمبر۲) تاوٴیل اور تحریف میں فرق: ثم التاویل تاویلان، تاویل لا یخالف قاطعًا من الکتاب و السنّة و اتفاق الامّة، و تاویل یصادم ما ثبت بقاطع فذلك الزندقة پھر تاوٴیل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تاوٴیل تو وہ ہے جو کتاب وسنت اور اتفاقِ اُمت کی کسی قطعی بات کی مخالف نہیں، اور ایک تاوٴیل وہ ہے جو ان مذکورہ چیزوں سے ثابت شدہ کسی حکمِ قطعی کے متصادم ہو، پس یہ شکلِ ثانی '' زندقہ '' ہے (بحوالہ تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ از ایمان اور کُفر قرآن کی روشنی میں للمفتی محمد شفیع عثمانیؒ)

ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ تاوٴیل اور تحریف کے اِس فرق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نیچے (نمبر۳) کو اچھی طرح پڑھیں اور نظر دوڑائیں کہ باطل فرقے کس قدر افراط وتفریط کا شکار ہو کر اہل حق سے اختلاف کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اہل سنت والجماعت کا موقف حق ہے اور باقی فرقوں کا باطل۔ یہ جہمیہ ہی ہیں جو فناء جہنم کے ساتھ ساتھ فناء جنت کے بھی قائل ہیں اور یہ فناء نار کا عقیدہ یہود سے بھی بڑھ کر (دیکھو آیت ۸۰، ۸۱ سورۃ البقرہ بر صفحہ ۱۷) ان ہی کا گھڑا ہوا ہے جس کے رد میں یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ یہ زِندیق (مُلحد) تاوٴیل کے نام سے تحریفِ قرآن کر رہے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ کی طرف یہ عقیدہ کسی مفتری نے منسوب کیا

ہے۔ یہ نئی آگاہی مجھے محترم جناب مفتی سیف اللہ صاحب حفظ اللہ کی تقریظ سے ملی ہے اگرچہ دوسرا احتمال علامہ موصوفؒ کی غلطی کا بھی ہے کیونکہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی مانند معصوم عن الخطاء نہیں ہیں۔ ہر دوصورت میں رد کرنا ایمانِ مسلم کا تقاضا ہے ورنہ دانستہ یا غیر دانستہ قرآن کا رد ہوجائے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

(نمبر۳) باب: توحید پر مرنے والا شخص قطعی جنتی ہے۔ اس باب میں صحیح مسلم کی کتاب الایمان سے ۱۳۶ احدیث کا ترجمہ یہ ہے: حضرت عثمان (بن عفان) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس حالت میں موت آئے کہ اسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگیا ☆

☆ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکیؒ نے فرمایا کہ: شہادتین کا اقرار کرنے والا شخص اگر معصیت اور نافرمانی کا ارتکاب کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء واقوال ہیں۔

﴿مرجیہ﴾ (جو ایک باطل فرقہ تھا ابتدائی زمانہ میں، بعد میں ختم ہوگیا) کا مذہب یہ ہے کہ صاحب ایمان کو اس کے گناہ ومعاصی سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، وہ چاہے جتنے بھی گناہ کرے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

﴿خوارج﴾ (یہ بھی ایک باطل فرقہ تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ظہور پزیر ہوا تھا) کہتے ہیں مرتکب معاصی مؤمن نہیں کافر ہے۔ وہ مرتکب معاصی کو مؤمن نہیں تسلیم کرتے اور اس کی تکفیر کے قائل ہیں۔

﴿مُعْتَزِلہ﴾ (ابتدائی زمانہ کے فرقوں میں سب سے باطل اور خراب فرقہ) کا مذہب یہ ہے کہ معصیتِ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اسے نہ مؤمن کہا جائے گا نہ کافر بلکہ اسے فاسق کہیں گے۔

﴿اشعریہ﴾ (جو اہل سنت والجماعت کے مذہب پر ہیں اور صحیح ہیں) کہتے ہیں کہ معاصی کا مرتکب مؤمن ہے۔ اگر چہ اس کی مغفرت نہ ہوگی اور عذاب میں مبتلا کیا جائے گا لیکن مآل جنت میں ضرور داخل ہوگا اور جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

مذکورہ بالا حدیث خوارج اور معتزلہ کے مذہب کی تردید کرتی ہے اور ان کے خلاف حجت ہے جب کہ مرجیہ بھی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن وہ اس حدیث کے مفہوم کو ظاہر حدیث پر محمول کرتے ہیں حالانکہ اس میں تاؤیل ضروری ہے اور وہ یہ کہ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ شخص کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے یا شفاعت کی وجہ سے اسے جہنم سے نکال دیں گے، اور وہ اپنے گناہوں کے عذاب سے دوچار ہوگا، اور جب گناہوں کی سزا بھگت لے گا تو اسے پاک صاف کر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا، اور یہ تاؤیل اس حدیث میں کرنا اس لئے ضروری ہے کہ بہت سی احادیث میں گناہوں پر عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے لہٰذا یہ تاؤیل کر کے نصوص شرعیہ کے درمیان تنافی و تناقض سے بچا جا سکتا ہے۔

بالا حدیث میں ''وھو یعلم'' کے الفاظ سے جہمیہ (یہ بھی ایک باطل فرقہ تھا، جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے) یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایمان کے معتبر ہونے کے لئے لا الہ الا اللہ کی قلبی معرفت کافی ہے، زبان سے اقرار ضروری نہیں، لیکن یہ غلط ہے۔

﴿اہلِ سنت والجماعۃ﴾ کا مذہب یہ ہے کہ معرفت کا ترتّب دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ قلبی یقین اور زبان سے اس کا اظہار و اقرار۔ ایک کے بغیر دوسرا نہ نافع ہے نہ آخرت کے عذاب سے نجات دلانے والا ہے۔ لہٰذا معرفتِ قلبی کے ساتھ زبان سے ایمان کا اقرار لازمی ہے ایمان کے معتبر ہونے کیلئے۔ اس کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہوگا، الّا یہ کہ کوئی شخص مجبور ہو زبان سے اقرار نہ کر سکتا ہو۔ مثلاً: گونگا شخص تو اس کے بارے میں صرف معرفتِ قلبی کافی ہے اور

ہمارے اس مذہب کی تائید میں بے شمار احادیث ونصوص شرعیہ موجود ہیں۔ مثلاً: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی **حدیث** اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ: من کان آخر کلامہ الخ جس کا آخر کلام لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا'' وغیرہ، واللہ اعلم۔ (☆یعنی فائدہ ماخوذ ہے: از مُقدّمَہ تفہیمُ المُسلِم از مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مَدَّ ظِلّہٗ، دارالعلوم کراچی)

(نمبر۴) جہمیہ: جہم بن صفوان السمر قندی اور اسکے متبعین اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کی نفی اور تعطیل کے قائل ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ جنت اور جہنم فناء ہو جائیں گی۔ جہم بن صفوان سمرقندی نے یہ عقائد جعد بن درہم سے لیے تھے۔ خالد بن عبداللہ القَسْری نے واسط شہر میں عیدالاضحیٰ کے دن جعد بن درہم کو ذبح کر کے مارا تھا۔ جہم بن صفوان کی وفات سن ۱۳۰ھ میں ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا۔ (ماخوذ: شرح عقیدہ طحاویہ از متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظ اللہ)

نام نہاد مسلمان

(کے احوال درجہ ذیل علماء کرام کے قلم سے)

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ (م ۱۹۴۹ء) سورۃ یوسف آیت ۱۰۶ کی تشریح میں اپنی تفسیرِ عثمانی میں لکھتے ہیں:

''یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصّہ دار بنا رہا ہے۔ چنانچہ مشرکین عرب ''تلبیہ'' میں یہ لفظ کہتے تھے "لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیكَ لَا شَرِیكَ لَكَ اِلَّا شَرِیكاً ھُوَ لَكَ تَمْلِكُہُ وَ مَا مَلَكَ" (ترجمہ: میں حاضر ہوں۔ اے اللہ! میں حاضر

ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک ہے جو تمہارا ہے، تم اس کے مالک ہو، وہ مالک نہیں)۔ کوئی اس کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اُسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے۔ کسی نے احبار و رُہبان کو خدائی کے اختیارات دے دیے ہیں۔ بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مُکدر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہونگے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے۔ (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشرک)''

موصوف عثمانی سورۃ الزمر آیت ۴۵ (وَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ الخ) کے فائدہ میں لکھتے ہیں:

'' مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتا ہے لیکن اُس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثناء سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اُچھلنے لگتا ہے جسکے آثار اُس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہ ہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اُس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آجائے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کر دی جائیں تو چہرے کھِل پڑتے اور دلوں میں جذبات مسرّت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحیدِ خالص کا بیان کرنے والا اُن کے نزدیک مُنکرِ اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ وہو المستعان۔''

(۲) نام نہاد مسلمانانِ ہند کے شرک کا نقشہ مسدسِ حالی میں:

کرے غیر گر بُت کی پُوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خُدا کا تو کافر

جُھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبیؐ کو جو چاہیں خُدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(۳) قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ (م ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء) اپنی تالیف ''معارف الاسمآء شرح اسماء اللہ الحسنٰی'' میں ''اَلْمُستَعَانُ'' کی تشریح میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اِس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی، مادی و روحی میں اللہ تعالیٰ کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔ غیر اللہ کی استعانت و مدد'' شرک جلی ہے'' اور اکثر مسلمان شرک میں اِسی لئے آلودہ ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (سورۃ الفاتحہ آیت ۴) کے معنی نہیں سمجھتے اور سمجھنے پر مائل نہیں ہوتے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت اور استعانت۔ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا۔ دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔''

نوٹ راقم: مدد مانگنا دو طرح کا ہے۔ ایک ماتحت الاسباب جو ہم روزانہ ایک دوسرے سے دینی یا دنیوی کاموں میں آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے ہیں۔ یہ شرک نہیں ہے ،مثلاً: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے صحابہ، جن کو حواری کہا جاتا ہے، سے اللہ کی راہ میں مدد مانگی ہے (دیکھو: آل عمران آیت ۵۲، وغیرہ) دوسرا مافوق الاسباب جو مسلمان اپنے معبود حق''

اللہ تعالیٰ'' جس کی صفات سورۃ اخلاص میں مذکور ہیں، سے مانگتے ہیں۔ اِس دوسری قسم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پیغمبر، صحابی، فرشتہ، جن وانس یا کسی بھی چیز کو شامل یعنی شریک کرنا، یہی وہ شرک ہے جس کی ممانعت قرآن کریم میں بار بار آئی ہے۔ اِس شرک (جو کہ کفر کی ایک قِسم ہے) پر مرنے والے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اَعَاذَنَااللّٰہُ مِنْھَا

علاوہ ازیں منصور پوریؒ نے اپنی قابلِ قدر تالیف ''رَحمۃً لِّلْعَالَمِین'' جلد سوم، باب سوم، فصل نمبر۲ (اسلام ہی روحانیت کا مذہب ہے) کے اندر چند قرآنی آیات مثلاً وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط کُلُّ شَیْءٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (اللہ جس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اُس کے ساتھ ساتھ دوسرے کو مت پکارو۔ دیکھو ہر ایک شے موت اور ہلاکت اور فنا والی ہے۔ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو موت اور فنا سے برتر ہے۔) کا حوالہ دینے کے بعد جو کچھ لکھا ہے اس میں سے کچھ درج ذیل ہے:

غیر اللہ کو پکارنے والے خواہ عیسیٰ مسیح اور عزیر نبی اور دیگر بزرگان کے پکارنے والے ہوں یا فرضی اور خیالی دیوتاؤں کے پکارنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

وہ عیسائی جو تسلیم کرتا ہے کہ مسیحؑ کو پکڑا گیا، پھانسی پر لٹکایا گیا، قبر میں دفنایا گیا، اس پر اللہ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہوسکتا۔

وہ مسلمان جو حسین علیہ السلام کی بابت تسلیم کرتا ہے کہ وہ کربلا کے دشت میں گُرسنہ و تِشنہ ذبح کیے گئے، اُن کے پاک جسم کی ناپاک خبیثوں نے بے حرمتی کی، اُن پر اللہ تعالیٰ کی یہ حجت ہے کہ ایسا شخص معبود نہیں ہوسکتا۔

وہ کرشن مہاراج جس نے اپنی راج دھانی کو اپنی آنکھوں سے لٹتے اور اجڑتے دیکھا جس نے اسی اندوہ وغم میں اپنے آپ کو ہمالہ کی برف کا لقمہ بنایا، وہ کبھی معبود نہیں ہو

سکتا۔ وہ سدھارتھ گوتم جو بدھ (بمعنی بیدار) کے نام سے روشناس ہوا اور جس کی لاش نیپال کی ترائی میں بمقام کُسُن آرا جلائی گئی اور اُس لاش کی راکھ آٹھ مختلف مقامات میں تقسیم کی جا کر ہر ایک جگہ یادگاری گنبد تیار کئے گئے کبھی بھگوا (لائق عبادت) اور آرہم (ذات پاک) نہیں ہوسکتا۔

وہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ جو ۲۸ صفر ۱۱ ہجرت سے ۱۲ ربیع الاول تک بیمار رہے۔ جنہوں نے ۱۲ کی سہ پہر کو انتقال فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا، جو ۱۴ کو بعد مغرب لحد منور میں لٹائے گئے، جو شان علیا کے اعتبار سے امام الانبیاء اور سید المرسلین ہیں، علامت تدفین و قبر کی وجہ سے کبھی معبود نہیں ہو سکتے۔ الغرض آیت بالا کے اس نشان واحد نے توحید کو نہایت مستحکم کر دیا ہے۔

(۴) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ (۲ فروری ۱۸۹۸ء تا ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء) اپنے رسالہ ''فضائل تبلیغ'' کے آغاز (تمہید) میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''فرائض و واجبات پر عمل، عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اَخَصُّ الْخَواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جبکہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک و کفر میں مبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک و کفر نہیں سمجھتے۔''

(۵) مفتیِ اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع عثمانیؒ (۲۵ جنوری ۱۸۹۷ء تا ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء) نے اپنی تفسیر معارف القران میں آیت نمبر ۱۰۶ سورہ یوسف (وَ مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَ ھُمْ مُّشْرِکُوْنَ اور ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں) کی تفسیر میں بحوالہ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ) لکھا ہے کہ: ''اس آیت کے مفہوم میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جو مختلف قسم کے شرک میں مبتلا ہیں۔''

(۶) حافظ صلاح الدین یوسفؒ (م۱۲ جولائی ۲۰۲۰ء، لاہور) اپنی تفسیر احسن البیان میں سورہ الانعام کی آیت نمبر ۵۶ (اِنِّی نُھِیۡتُ الخ، ترجمہ آیت از مفتی تقی عثمانی'' (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: تم اللہ کے سوا جن (جھوٹے خداؤں) کو پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کہو کہ: میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چل سکتا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو گمراہ ہوں گا، اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں نہیں ہوگا'') کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یعنی اگر میں بھی تمہاری طرح اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے، تمہاری خواہشات کے مطابق غیر اللہ کی عبادت شروع کر دوں تو یقیناً میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت و پرستش، سب سے بڑی گمراہی ہے لیکن بدقسمتی سے یہ گمراہی اتنی ہی عام بھی ہے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد اس میں مبتلا ہے۔ ھَدَا ھُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔''

فصل دوم

(۲) فناءِ جہنم کے عقیدہ سے سید صاحبؒ کے رجوع ہونے کے اسباب

اوّل

اپنی مانگی ہوئی دعا کی قبولیت

سید صاحبؒ نے اپنی سیرت النبیؐ حصہ چہارم کے باب دوزخ میں ذیلی عنوان ''کیا دوزخ کی انتہا ہے'' کے حاشیہ کے اندر آخر میں یہ دعا مانگی تھی: ''میں نے اس باب کو بہت ڈرتے ڈرتے لکھا ہے کہ اس میں اجمالِ الٰہی کی تصریح کا جرم عائد ہوتا ہے۔ اگر یہ اختیار

کردہ پہلو حق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور توبہ کی توفیق دے اور اپنی مُراد کا دروازہ مُجھ پر کھول دے''۔ یہی وہ دعا تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور انہوں نے دوزخ کی غیر ابدیت کے سلسلے میں اپنی رائے سے جنوری ۱۹۴۳ء میں رجوع فرمالیا تھا۔

مطابق سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر ۴۲۵۰) کتاب الزہد۔ باب: توبہ کا بیان' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص جیسا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ مطابق اردو محاورہ: صبح کا بُھولا ہوا اگر شام کو گھر واپس آجائے تو اس کو بُھولا ہوا نہیں کہتے۔

دوم

حکیم الامت تھانویؒ سے بیعت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی بیعت اور دیگر علماء کرام مثلاً حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ (م ۱۴۱۸ھ) کی کوششیں سید صاحبؒ کے رجوع کا دوسرا اہم سبب نظر آتی ہیں۔ بجنوریؒ مذکورہ انوار الباری جلد ۱۹ کے صفحہ ۴۰۰'۴۰۱ پر زیرِ عنوان **سید صاحب کا ذکر خیر** میں لکھتے ہیں:

'' یہ حضرت سید صاحب کے قلب صافی کی ایک جھلک ابتداء میں ہمارے سامنے آئی تھی پھر تو وہ ہم سے زیادہ سے زیادہ قریب ہی ہوتے گئے اور آخر میں حضرت تھانویؒ اور اکابر دیوبند سے جتنے وابستہ ہوئے، اس کو سب جانتے ہیں۔ میری اُن سے خط و کتابت رہی ہے، اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ راقم الحروف نے ان کی سیرۃ النبیؐ کی بعض مسامحات کی اصلاح کے سلسلہ میں کافی تگ و دو بھی کی تھی، اور جب ان کا رجوع شائع ہوا تو شاید سب سے زیادہ مجھے ہی خوشی ہوئی تھی، دوبارہ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ آخری ملاقات وفات سے صرف ایک ہفتہ قبل کراچی میں ہوئی تھی۔ محترم مولانا محمد یوسف بنوریؒ

(م ۱۹۷۷ء) ساتھ تھے۔ (یہاں درمیانی تقریباً تہائی حصّہ حذف ہے: راقم) اب کچھ عرصہ سے میرے مطالعہ میں ایسی چیزیں آئیں کہ بہت سے ندوی حضرات ان کے اکابرِ دیو بند کی طرف رجحان اور تعلق کو زیادہ پسند نہیں کرتے، اور جو ایسے معتدل حضرات ہیں جو ان سے بہت ہی قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا نظریہ کچھ ایسا ہے کہ حضرت سید صاحبؒ اپنے علوم وکمالات کے لحاظ سے تو اکابرِ دیو بند کے محتاج نہ تھے، البتہ ایک روحانی پیاس بجھانے کے لیے ان کو حضرت تھانویؒ سے تعلق کرنا پڑا تھا۔

میرا خیال اس سے مختلف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کافی عرصہ تک حضرت سید صاحب بھی ایسے ہی خیالات رکھتے تھے جیسے دوسرے ندوی حضرات اب بھی رکھتے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جن کی میرے دل میں نہایت قدر ومنزلت بھی ہے لیکن سید صاحب نے کافی مدت حضراتِ دیو بند کے علوم وکمالات اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کی شان کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس کے بعد ہی ان کا رجحان پھر مکمل رابطہ ان حضرات کے ساتھ قائم ہوا تھا''۔

فصل دوم

(۳) کیا حافظ ابنِ تیمیہؒ وابنِ القیمؒ نے بھی فناءِ جہنم کے مسلک سے رجوع کرلیا تھا؟

راقم اس سوال کے جواب میں اپنی کم علمی کی بنا پر صرف اندازاً خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات نے رجوع نہیں کیا ہوگا کیونکہ اگر کیا ہوتا تو اُن حضرات کا رجوع بھی سید صاحبؒ کے رجوع کی طرح منظرِ عام پر آجاتا۔ اس کے بعد اب مجھے اپنے خیال کی تائید مل گئی جو درج ذیل ہے۔ (تنبیہ) یہاں ناظرین مفتی سیف اللہ تونسوی صاحب حفظ اللہ کی

تقریظ رسالہ ضرور ملاحظہ فرمائیں جس میں علامہ ابن تیمیہؒ کی طرف فناء نار کے انتساب کی نفی علامہ ناصر الدین البانیؒ وبعض عرب علماء فرمارہے ہیں۔ اگر یہ نفی صحیح ہوتو پھر درج ذیل تحریر غلط ہو جائے گی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء اگر اپنے ہاتھ سے جھوٹ لکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اور اُس کے رسولوں کی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جس پر قرآن شاہد ہے، تو پھر وہ دوسروں کی طرف کیوں نہیں کر سکتے؟ بہر حال! دونوں میں سے (والعلم عنداللہ) کوئی بات تو ہے۔

اکابرِ اُمت کی رائیں

مذکور بجنوریؒ نے انوار الباری کی جلد ۱۹ کے صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر زیر عنوان اکابرِ اُمت کی رائیں میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے کچھ یہ ہے:

''علامہ ذہبیؒ جیسے حامی کبیر نے بھی صاف طور سے کہا کہ مجھے حافظ ابن تیمیہؒ سے نہ صرف فروع میں بلکہ اصول وعقائد میں بھی اختلاف ہے۔ بہ استثناء علامہ ابن قیمؒ دوسرے تلامذہ خاصہ نے بھی سب تفردات کو قبول نہیں کیا، ہمارے قریبی دور کے اکابر میں سے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ مجھے منہاج السنہ کے بعض مواضع پڑھ کر بڑی وحشت ہوئی، اور لکھا کہ حضرت والد ماجد شاہ ولی اللہؒ کو یہ سب کتابیں علامہ ابن تیمیہؒ کی نہیں ملی تھیں۔ اس لئے صرف مدح فرمائی اور نقد نہیں کیا۔ پھر آگے لکھتے ہیں: حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری) فرماتے تھے کہ حقائق واحکام میں تبدیل کا حق افرادِ امت کو نہیں ہے اور اگر کسی سے غلطی ہو جائے تو رجوع کر لینا چاہیے، ہمارے اکابر کا یہی طریقہ ہے، اور فرمایا کہ ان میں تبدیل بڑے پیمانے پر آٹھویں صدی کے دو اشخاص نے کی ہے۔ پھر ان دونوں نے رجوع بھی نہیں کیا''۔

نوٹ راقم: ان دونوں سے مراد حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ ہی ہیں کیونکہ سیاق وسباق میں انہیں حضرات کی بات چل رہی ہے۔

باب چہارم

رجوعِ سلیمان کواُن کی سیرۃ النبیؐ میں درج کروانے کی کوششیں

راقم سے پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔ملاحظہ ہو

پہلا مرحلہ

حضرت مولانا احمد رضا بجنوریؒ کا مکتوب

اربابِ دارالمصنفین کے نام

اس خط کا پتہ بجنوریؒ کی درج ذیل تحریر سے ہوتا ہے جواُن کی انوارالباری جلد۱۹ کے صفحہ۳۱۱، ۳۱۲ سے منقول ہے۔

رجوع کی بابت اوردارالمصنفین کا ذکر خیر

حضرات انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے، اسی لئے بڑے بڑوں سے بھی غلطیاں اور تسامحات ہوئے ہیں، لیکن حق تعالیٰ جن کو رجوع اور اعلانِ قبول حق کی توفیق عطا فرمادیں وہ بہت خوش نصیب ہیں، ان ہی اپنے جلیل القدر اکابر میں سے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ بھی تھے، جنہوں نے نہایت عظیم القدر تالیفات فرمائیں، اور کچھ مسائل میں ان سے غلطی ہوگئی تھی، تو ان سے رجوع بھی فرمالیا تھا۔اس طرح کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ احمد بن الشاہ عبدالرحیم الدہلویؒ) اور علامہ ابن تیمیہؒ کے اتباع میں کچھ مسائل میں غلطی ہوگئی تھی۔جس کا نقصان دنیا ہی میں مجھ کو محسوس ہوا، اس لئے ان مسائل سے اور دوسرے مسائل سے بھی جو جمہورِ امت کے خلاف میرے قلم سے لکھے گئے ہیں، سب ہی سے رجوع کرتا ہوں۔ اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جمہور کے خلاف

کوئی رائے قبول نہ کریں۔

یہ رجوع رسالہ ''معارف'' میں تقریباً ۴۰۔۴۲ سال قبل چھپ گیا تھا، نہایت ضروری تھا کہ رجوع کی اس عبارت کو سیرۃ النبیؐ وغیرہ کے ساتھ بھی شائع کر دیا جاتا اور ان مقامات کی اصلاح بھی رجوع شدہ رائے کے مطابق کر دی جاتی، مگر اربابِ دارالمصنفین نے اس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی، اور خط لکھ کر توجہ دلائی بھی گئی تو جواب ملا کہ حضرتؒ کا رجوع تو معارف میں شائع ہو گیا تھا۔ وہ کافی ہے۔

ظاہر ہے اس جوابِ غیر صواب میں کوئی معقولیت اور ذمہ داری کی بات نہ تھی! مگر صبر کر کے خاموش ہو گیا۔ اب رسالہ برہان ماہ اپریل ۱۹۸۴ء میں رقعاتِ ماجدی کے تبصرہ میں پڑھا کہ ان خطوط سے بعض نئی باتیں ہمارے علم میں پہلی مرتبہ آئیں، مثلاً یہ کہ مولانا (دریابادی) ''حیاتِ شبلی'' کو مولانا سید سلیمان ندویؒ کی کمزور ترین تصنیف سمجھتے تھے۔ (ص ۵۰)۔ دوسری یہ کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کے بعد علمی تحقیق و تصنیف کے کام سے جو دست برداری لی تھی، مولانا دریابادی کو اس کا سخت قلق اور افسوس تھا اور انہوں نے سید صاحب پر اس کا اظہار کر بھی دیا تھا۔ (ص ۳۲، ص ۳۳، ص ۴۳)

ایک خط میں صاف لکھتے ہیں:

''سید صاحب کا پایۂ علمی بعض علوم و فنون خصوصاً تاریخ و ادب میں، ہم عامیوں کی نظر میں، اپنے مرشد سے بہت بالا تھا، اور بیعت کے بعد وہ بالکل فنافی الشیخ ہو گئے تھے، اس لئے اس نافہم کی نظر میں ان کا بیعت ہو جانا کچھ زیادہ مناسب نہ تھا، (ص ۷۶) اور یہ تو خیر مولانا دریابادی کا اپنا ذاتی خیال تھا۔ ان خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ندوہ میں بعض حضرات ایسے بھی تھے جو سید صاحب کی حضرت تھانویؒ سے بیعت کو ندوہ کی مسبکی سمجھتے تھے، (ص ۳۱) علاوہ ازیں ان خطوط سے مولانا (دریابادی) کے بعض اور افکار و خیالات پر

بھی روشنی پڑتی ہے۔(برہان ماہ اپریل ص ۲۵۵/۲۵۴)

خلافِ توقع مندرجہ بالا سطور بڑی حیرت اور افسوس کے ساتھ پڑھی گئیں، اور معلوم نہیں محترم مولانا علی میاں (یعنی مولانا ابو الحسن علی ندویؒ م ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء) کا تعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ (رائے پوری، م ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء) اور حضرت شیخ الحدیث (محمد زکریاؒ م ۱۹۸۲ء) سے رہا ہے، اس کو ان حضرات نے کس نظر سے دیکھا ہو گا۔ تاہم اب یہ کھٹک دل میں ضرور پیدا ہو گئی کہ کہیں حضرت سید صاحبؒ کا رجوع بھی ایسی ہی ذہنیت کا شکار نہ ہو گیا ہو اور اسی لیے تالیفات کے ساتھ رجوع کو شائع کرنے اور اغلاط کی اصلاح کی ضرورت کو نظر انداز نہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم عنداللہ''۔

(بجنوریؒ کا مکتوب ختم ہوا)

مولانا احمد رضا بجنوریؒ کی وفات ۱۴۱۸ھ کے ٹھیک ۲۰ سال بعد ۱۴۳۸ھ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ راقم کو توفیق دی کہ مولانا بجنوریؒ کے چھوڑے ہوئے کام کو دوبارہ اُٹھا کر کنارے لگانے کی کوشش کروں اور پانچ سال کی میری تگ و دَو کے بعد اب جب کہ سید صاحبؒ کا رجوع از عدم دوام جہنم طبع جدید ۲۰۱۹ء، سیرت النبیؐ حصہ چہارم ناشر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ہند کے صفحہ ۵۷۵ پر زیرِ عنوان ''کیا دوزخ کی انتہا ہے'' کے فٹ نوٹ پر دو سٹار بنا کر درجِ ذیل الفاظ کے ساتھ لکھا جا چکا ہے:

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے جہنم کی غیر ابدیت کے سلسلے میں جمہور امت کے مسلک کے مطابق اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ ملاحظہ ہو شذرات معارف، جنوری ۱۹۴۳ء (ادارہ)

تو اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ سید صاحبؒ کی پچھلی تمام تحریروں کو جو اُن کے قلم سے فناءِ جہنم کی طرف مائل و قائل ہوتے ہوئے لکھی گئی ہیں اُن کو موصوف کا قولِ اول قرار دے کر کالعَدَم سمجھیں اور اُن کے قولِ ثانی عقیدہ ابدیتِ جہنم کو اُن کی طرف منسوب فرمائیں۔

دوسرا مرحلہ

(الف) بترتیبِ زمانی جن کتب ورسائل میں رجوع سلیمانؒ کا تذکرہ راقم کو مل سکا

نمبر(۱)

کتاب: انوارالباری اردو شرح صحیح بخاری

جلد ۱۷۔۱۸۔۱۹ مجموعہء افادات اِمام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۳ء) ودیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیریؒ حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوریؒ (م ۱۴۱۸ھ) تاریخ اشاعت جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ ناشر ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان۔ کی جلد (۱۹) کے صفحہ ۴۷۲ پر سید صاحبؒ کا رجوع اس طرح لکھا ہے:

پھر دور کیوں جایئے خود حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے جو پہلے علامہ ابن تیمیہؒ و ابن القیمؒ کے مثلاً عقیدۂ عدم خلودِ جہنم کی طرف مائل ہو گئے تھے اس سے رجوع کیا ہے بلکہ اپنے سب عزیزوں اور دوستوں کو بھی نصیحت کی ہے کہ اعتقادی وعملی مسائل میں جمہور کے مسلک سے الگ نہ ہوں اور اس کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کریں۔ یہ طریق تواتر و تَوارُث کی بیخ کنی کے مرادف ہے۔ اس گناہ کا مرتکب کبھی میں خود بھی ہو چکا ہوں اور اس کی اعتقادی وعملی سزا بھگت چکا ہوں۔ اس لئے دل سے چاہتا ہوں کہ میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے۔ تاکہ وہ اس سزا سے محفوظ رہے جو اس سے پہلوں کو مل چکی ہے۔ (رسالہ بینات ماہ ستمبر ۱۹۶۸ء کراچی)

نمبر(۲)

رسالہ: بینات

ماہنامہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، جلد۱۲ شمارہ ۶ کے صفحہ ۶۰، ۶۱ پر سید صاحبؒ کا رجوع عنوان ''نقد ونظر'' کے اندر درج ذیل الفاظ کے ساتھ لکھا ہے:

دوسری چیز یہ ہے کہ جمہور اسلام جس مسئلہ پر اعتقادی وعملی طور پر متفق ہوں، اس کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کی جائے، یہ طریق تواتر وتوارُث کی بیخ کنی کے مرادف ہے۔اس گناہ کا مرتکب کبھی میں خود ہو چکا ہوں اور اس کی اعتقادی وعملی سزا بھگت چکا ہوں، اس لئے دل سے چاہتا ہوں کہ اب میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے تا کہ وہ سزا سے محفوظ رہے جوان سے پہلوں کو مل چکی۔مولانا ابوالکلام کا ایک فقرہ اس باب میں بہت خوب ہے، اُنہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ: ''کبھی حضرت شاہ ولی اللہ اور سید احمد خاں دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر ایک سے ایمان پرورش پاتا ہے اور ایک سے کفر''۔اس زمانے کے اکثر لکھنے والے اس نکتہ سے تغافل برت رہے ہیں اور اس لئے خوف لگا رہتا ہے کہ ان سے ایمان کی بجائے کفر کو نشو نما کا موقعہ نہ ملے۔(سید سلیمان یکم ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ)

نمبر(۳)

کتاب: تذکرۂ سلیمانؒ

از حضرت مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب خلیفۂ مجاز حضرت اقدس سید سلیمان ندویؒ:

طبع ثانی: ۱۹۸۴ء ناشر ادارہ نشر المعارف کراچی ۲۹: میں سید صاحبؒ کے رجوع واعتراف کا تذکرہ اس کتاب میں رسالہ معارف سے ماخوذ ہے، اس لئے آگے نمبر(۵) رسالہ''

معارف‘‘میں دیکھیں۔

نمبر(۴)

کتاب: فتاویٰ عثمانی (جلداوّل)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ترتیب وتخریج مولانا محمد زبیر حق نواز اُستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی، ناشر مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴، طبع جدید، جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ۔ جولائی ۲۰۰۷ء

فتاویٰ عثمانی جلداول کتاب الایمان والعقائد کے صفحہ ۸۷ سے درج ذیل نقل ملاحظہ ہو۔

حدیث کے ناقابلِ اعتبار ہونے اور جہنم کے دائمی نہ ہونے کا عقیدہ رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ:

۱: ہمارے علاقے کے بعض حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ وقت میں حدیث کا جو ذخیرہ ہے وہ غیر معتبر اور جلانے کے قابل ہے۔ (معاذ اللہ)

۲: ایک اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ جنت دائمی اور غیر فانی ہے مگر جہنم دائمی وابدی نہیں ہے، یعنی جہنم ایک مدّت کے بعد فانی اور غیر ابدی ہے، اور کہتے ہیں کہ اس کی انتہاء ہونے کے بعد انسان سارے کے سارے یعنی مشرک وکافر رحمت (جنت) میں جائیں گے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ’’اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِیْ ‘‘اور ساتھ ساتھ مولانا شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النبی (جلد) چہارم میں دوزخ کی انتہاء کے مبحث لوگوں کو دِکھا دِکھا کر لوگوں کے ذہنوں کو خراب کرتے جارہے ہیں، اب آپ بتائیں کہ ان لوگوں کا عقیدہ شریعتِ محمدی کے مطابق ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ عقائد سخت گمراہانہ عقائد ہیں۔ پہلا عقیدہ کہ سارا ذخیرۂ حدیث (معاذ اللہ) نا قابل اعتبار ہے، کفریہ عقیدہ ہے، جس کے بعد انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور دوسرے عقیدہ پر بھی کفر کا اندیشہ ہے ایسے عقائد کے شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے دوستانہ خصوصی تعلقات نہ رکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم ۱۴۰۰/۹/۲۴ھ (فتویٰ نمبر ۳۱/۱۲۷۲د)

نوٹ راقم: سائل کو علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھنا چاہئے تھا جو کہ مولانا شبلی نعمانیؒ کے شاگرد تھے۔ ایمانیات سے متعلق جلد چہارم لکھنے والے دراصل ندویؒ تھے۔ شبلیؒ تو صرف اس جلد کے پچیس تیس صفحات لکھنے کے بعد ۱۹۱۴ء میں وفات پا گئے تھے۔ تین چیزیں نوٹ کیجئے۔ ایک یہ کہ یہ فتنہ پھیلانے والے منکرینِ حدیث ہیں، اور ہماری کتابیں ہمارے منہ پر مار رہے ہیں، اور حقیقت کچھ اور ہے جواب کھل کر سامنے آئی ہے۔ دوسری سید صاحبؒ نے اگر اس جلد کو ایمانیات سے متعلق لکھا ہے تو اس فتاویٰ عثمانی میں بھی سوال و جواب کو کتاب الایمان والعقائد کے اندر لکھا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ مسئلہ فروعی نہیں، اعتقادی ہے۔ اگر یہ اعتقادی نہ ہوتا تو راقم اس کے پیچھے اپنا اتنا وقت کبھی نہ لگاتا۔ تیسری چیز سید صاحبؒ رجوع میں لکھتے ہیں: ''میں اس کی اعتقادی و عملی سزا بھگت چکا ہوں''۔ پتا چلا وہ خود اس کو عقیدہ کی چیز سمجھتے تھے۔

نمبر (۵)

رسالہ: معارف

''معارف''، مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ ہے جس کا تعلق دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ (ہند) سے ہے۔ دائرۃ المعارف یعنی معارف اعظم گڑھ کی ۵۱ ویں جلد از جنوری ۱۹۴۳ء تا جون ۱۹۴۳ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ ماہ جنوری ۱۹۴۳ء۔ مرتبہ سید

سلیمان ندوی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ: یہ رسالہ بروز اتوار ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۶ ستمبر ۲۰۲۰ء نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا گیا۔ اِس رسالہ کے صفحات ۲، ۳، ۴ پر سید صاحب بقلم خود لکھتے ہیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شَذرات

رجوع اور اعتراف

میری پیدائش صفر ۱۳۰۲ھ میں ہوئی اور اب یہ محرم ۱۳۶۲ھ شروع ہو گیا۔ یعنی میری عمر نے زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر لئے، میری تحریر کا آغاز ۱۹۰۲ء سے ہوا ہے اور اب ۱۹۴۲ء ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ میری تحریری عمر نے چالیس سال پورے کر لئے، جب اس پر نظر جاتی ہے کہ اس ساٹھ سال کی زندگی میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں اور کیسی کیسی لغزشیں پیش آئی ہونگی تو دل بے اختیار پُکار اٹھتا ہے،

از کردۂ ناصواب یارب توبہ

تحریری زندگی کے چالیس سال پورے ہو گئے۔ یاد نہیں کہ اِن چالیس برسوں میں قلم نے کیا کیا لکھا، اور کہاں کہاں غلطی کی۔ اتباعِ حق کے بجائے اتباعِ ہویٰ کے موقعے کہاں کہاں پیش آئے، اور اب بھی اپنی موجودہ حالت پر بزبانِ حال یہ صدائے غیب آتی ہے،

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت مزاجِ تو ازحالِ طفلی نہ گشت

کتابوں اور مضمونوں کے ہزار ہا صفحات اتنے دنوں میں سیاہ کئے گئے، کہا نہیں جا سکتا کہ کہاں کہاں حق کا ساتھ چُھوٹا ہے اور کس باطل کی تائید میں قلم نے لغزش کی ہے جس سے اتباعِ حق کے بجائے اتباعِ ہویٰ کا ارتکاب ہوا ہو۔ بندہ ہر حالت میں قصوروار ہے خطا و

نسیان اس کا خمیر ہے اور اس کا علم و عمل کی لغزش گاہوں سے ٹھیک ٹھیک بچ نکلنا بہت مشکل ہے اس لیے یہ خاکسار ہیچمندان علی الاعلان اپنی ان تمام غلطیوں سے جو دانستہ یا نادانستہ حق کیخلاف ہوئی ہوں صدقِ دل سے توبہ کرتا ہے اور اپنے قصور کا اعتراف اور اپنی ہر اس رائے سے جس کی سند کتاب وسنت میں نہ ہو، اعلان برأت کرتا ہے، وما توفیقی الا باللہ تعالیٰ۔

مذہبی مسائل کی تحقیقات میں میرا یہ عمل رہا ہے کہ عقائد میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک سے علیحدگی نہ ہو، البتہ فقہیات میں کسی ایک مجتہد کی تقلید بتمامہٖ نہیں ہوسکی بلکہ اپنی بساط بھر دلائل کی تنقید کے بعد فقہا کے کسی ایک مسلک کو ترجیح دی ہے لیکن کبھی کوئی ایسی رائے اختیار نہیں کی جس کی تائید آئمہ حق میں سے کسی ایک نے بھی نہ کی ہو، خصوصیت کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حافظ ابن تیمیہ وحافظ ابن القیم اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمت اللہ علیہم کی تحقیقات پر اکثر اعتماد کیا ہے۔

ایسا بھی دو چار دفعہ ہوا ہے کہ ایک تحقیق کے بعد دوسری تحقیق سامنے آئی ہے اور اپنی غلطی ظاہر ہوئی ہے تو بعد کے ایڈیشن میں اسکے مطابق تبدیلی کر دی ہے مثلاً معراج بحالت بیداری وبجسم ہونے پر قرآن پاک سے صحیح استدلال مجھے پہلے نہ مل سکا اور بعد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے صحیح دلیل سمجھا دی تو دوسرے ایڈیشن میں اس کو بڑھا کر مقام کی تصحیح کر دی۔ اسی طرح فنائے نار کے مسئلہ میں پہلے حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی پیروی میں کچھ لکھا گیا، بعد کو جمہوری رائے کا اضافہ کر کے دونوں کے دلائل کی تشریح کر دی اور اب بحمد اللہ کہ اس باب میں جمہور ہی کے مسلک کا حق ہونا سمجھ میں آ گیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ!۔

(یہاں پر مسئلہ تصاویر ومسئلہ زیوروں میں زکوٰۃ' دونوں غیر متعلقہ ہونے کی بنا پر حذف شدہ ہیں: راقم)

یہ باتیں کسی معترض کے خوف سے نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی ذمّہ داری کو محسوس کر کے لکھ رہا ہوں' اور دعا کرتا ہوں کہ بارالٰہا مجھے صراطِ مستقیم پر قائم رکھ اور جب کبھی بتقا

ضائے بشری سے مجھ سے غلطی ہوتو مجھے متنبّہ اور معاف فرما' اور مسلمانون کو اس کے شر سے محفوظ رکھ' اور مجھے راہِ صواب دکھا' رَبَّنَا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ' صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآ لِّيْن' رَبَّنَا لَا تُواٰخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْ نَا.....وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَآ اَنْتَ مَوْلَا نَا'

اگر مسلمانوں میں کوئی ایسا ہو جس نے میری وجہ سے ان مسئلوں میں میری رائے اختیار کی ہو تو اس کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس میرے رجوع اور تصحیح کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور صحیح امر اختیار کرے۔ علمائے سلف میں اپنی رائے سے رجوع اور ترجیح اور قولِ ثانی کا رواج عام رہا ہے۔ یہ ان ہی کا اتباعِ حق ہے۔ و الحقُّ احقُّ ان یّتبَع' والسَّلام علی من اتبع الھدیٰ۔

دوسرا مرحلہ

(ب) بترتیبِ زمانی راقم کے مکتوبات' بات چیت اور کامیابی

(پہلا مکتوب)

بنام مالک المیزان پبلشرز' لاہور

۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

۱۱۲ اکتوبر ۲۰۱۶ء

محترمی ومکرمی جناب محمد شاہد عادل صاحب، المیزان پبلشرز، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

السلامُ علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ خیریت سے ہونگے۔ آپ سے پہلی ملاقات ۱۶ اگست ۲۰۱۶ء کو ہوئی

تھی۔آپ نے میری بات کو بے حد توجہ سے سُنا تھا، اور ماہنامہ رسالہ ''بینات'' کراچی میرے ذمہ لگایا تھا۔آپ کے مشورہ پر میں سیدھا جامعہ اشرفیہ لاہور گیا۔جناب مفتی محمد زکریا صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی۔انہوں نے بھی بے حد تعاون کیا۔وہ فتاویٰ کی جماعت میں مصروف تھے۔انہوں نے اپنا سارا کام روک کر نہایت توجہ اور شفقت سے سنا اور فوراً وہاں سے ٹیلی فون کر کے میرا رابطہ مدرسہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ایک مولانا صاحب سے کروادیا جنکا نام محمد شفیق الرحمٰن علوی ہے۔وہ بھی بے حد شفیق نکلے۔ہمیشہ میرا ٹیلی فون تسلی سے سنتے رہے۔ان سے ایک اور مطلب کی چیز بھی میسر آئی۔وہ ہے مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحبؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''تذکرۂ سلیمانؒ'' جس میں سید سلیمان ندویؒ کے ''رجوع واعتراف'' کے عنوان سے تین چار صفحات پر مشتمل قیمتی مواد ملتا ہے۔اس اعتراف ورجوع کی تبریک وتحسین حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ فرمارہے ہیں، جو کہ سید صاحبؒ کے شیخ طریقت تھے۔جناب مفتی محمد ولید ارشد صاحب اور انکے دو ساتھیوں کا ذکر کرنا بھی بے حد ضروری ہے جو کہ میرے فون پر دار العلوم کراچی سے اپنے طالب علمی کے دور میں علامہ بنوری ٹاؤن کراچی مدرسہ پہنچے اور انہوں نے رسالوں کی ورق گردانی کر کے بالآخر ماہنامہ رسالہ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ ''بینات'' کراچی میں سے ایک تحریر ''نقد ونظر'' کے زیر عنوان صفحہ نمبر ۶۰، ۶۱ میں سے ڈھونڈ لی۔یہ تحریر سید صاحبؒ نے یکم ذیعقدہ ۱۳۶۳ھ میں لکھی تھی۔اس میں تقریباً وہی الفاظ ہیں جو مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری'' ناشر تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان کی جلد نمبر ۱۹ کے صفحہ ۴۷۲ پر ''بحوالہ رسالہ بینات ماہِ ستمبر ۱۹۶۸ء کراچی'' درج ہیں۔ان دونوں تحریروں سے سید صاحبؒ کا ''عقیدہ عدم خلودِ جہنم'' سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔''تذکرۂ سلیمان'' میں زیر عنوان ''رجوع واعتراف'' صفحہ نمبر ۱۶۰، ۱۶۱ میں سید صاحبؒ لکھتے ہیں: ''اسی طرح فنائے نار کے مسئلہ میں پہلے حافظ ابنِ تیمیہؒ اور ابنِ القیمؒ کی پیروی میں کچھ لکھا گیا، بعد کو جمہوری

رائے کا اضافہ کر کے دونوں کے دلائل کی تشریح کر دی، اور اب بحمد اللہ اس باب میں جمہور ہی کے مسلک کا حق ہونا سمجھ میں آ گیا۔ وما توفیقی الا باللہ!''

میرے خط کا فقط مقصد یہ ہے کہ سید صاحبؒ کے اِس رجوع کو بھی اگلی طباعت سیرت النبیؐ حصّہ چہارم کے ساتھ شائع کر دیا جائے کیونکہ یہ رجوع ابھی تک وہاں درج نہیں کیا گیا ہے۔ سید صاحبؒ کا انتقال نومبر ۱۹۵۳ء میں ہوا، وفات سے ۱۰ سال قبل ۱۹۴۳ء میں وہ عقیدہ فنائے نار سے رجوع کر چکے تھے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ ۱۰ سال کا عرصہ چونکہ تقسیم ہند کی پریشانیوں میں گزرا ہے یا کوئی بھی وجہ ہو جسکی بناء پر سید صاحبؒ اپنا یہ رجوع سیرت النبیؐ کے اگلے ایڈیشنوں میں شامل نہ کروا سکے اور دنیا سے رخصت ہو گئے' مگر اس اعلان حق کے ساتھ جو کہ تذکرۂ سلیمان کے صفحہ نمبر ۱۶۲ پر زیر عنوان ''رجوع و اعتراف'' میں اس طرح درج ہے ''اگر مسلمانوں میں کوئی ایسا ہو جس نے میری وجہ سے ان مسئلوں میں میری رائے اختیار کی ہو تو اسکی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اس میرے رجوع اور تصحیح کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کر لے اور صحیح امر اختیار کرے۔ علماء سلف میں اپنی رائے سے رجوع اور ترجیح اور قول ثانی کا عام رواج رہا ہے''۔

آخر میں شاہد عادل صاحب سے دوبارہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس مبارک کام کو جلد از جلد پائے تکمیل تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں۔ رجوع کے اضافے کی املاء درج ذیل حضرات سے کروا سکتے ہیں میری ان سے بات ہو چکی ہے وہ تعاون فرمائیں گے۔ جناب مفتی محمد زکریا صاحب، شعبہ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور اور جناب مولانا محمد شفیق الرحمٰن علوی صاحب، مدرسہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ سید صاحبؒ کے رجوع کے ثبوت کے حوالہ جات ہائی لائٹ کر کے اس خط کے ساتھ ارسال کئے جا رہے ہیں۔ جنکے ماخذ درج ذیل ہیں۔

۱۔ انوار الباری اردو شرح صحیح بخاری جلد ۱۷، ۱۸، ۱۹ از حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوری

(م رمضان ۱۴۱۸ھ) تلمیذ امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ مطابق مئی ۱۹۳۳ء)

۲۔ ماہنامہ رسالہ ''بینات'' جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۷۴۸۰۰

۳۔ ''تذکرۂ سلیمان'' از حضرت مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

نوٹ راقم:

اگر حسبِ مشیتِ الٰہی دوزخ کی مدتِ حیات ختم ہونے پر مشرک و کافر کی جہنم سے رہائی ہوسکتی ہے اور اسی عقیدہ کی پیروی سید صاحبؒ نے ابنِ تیمیہؒ وابنِ القیمؒ کی طرف مائل ہوکر کی تھی، جس سے رجوع کر کے دوبارہ جمہور اہلسنت کے مسلکِ حقہ کی طرف آ گئے تھے، یعنی مشرک و کافر جسکا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور انکو کبھی بھی نکالا نہیں جائے گا۔ اگر یہ کوئی اتنا ہی سرسری مسئلہ ہے تو اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ بھی مان لینا چاہیئے، کیونکہ غنیۃ الطالبین مئولفہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مترجمہ مولانا احمد صاحب مدراسی ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور میں اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ لکھا ہے۔ اور ابنِ کثیرؒ نے اپنی کتاب ''قصص الانبیاء'' ترتیب و تدوین قاری نذیر احمد سعیدی ناشر ممتاز اکیڈمی فضل الٰہی مارکیٹ چوک بازار، لاہور کے صفحہ نمبر ۱۸۳ پر حضرات سلف کے تقریباً ۲۵ نام لکھے ہیں جو اسحاق علیہ السلام کو ہی ذبیح اللہ تسلیم کرتے ہیں اگرچہ ابنِ کثیرؒ اسکے زبردست مخالف ہیں اور اپنے مضبوط دلائل کے ساتھ وہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام کو ہی ثابت کرتے ہیں اور وہاں پر امام سہیلیؒ تو سورۃ الصافات آیت کریمہ نمبر ۱۰۲ ''فلما بلغ معہ السعی'' کی تشریح کرتے ہوئے ذبیح اللہ اسحاق علیہ السلام کو ہی ثابت کرتے ہیں۔ اب جس طرح پوری امتِ مسلمہ کے دلوں میں ایک طرف پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و امام سہیلیؒ و مذکورہ ۲۵ ناموں کا ادب و احترام ہے مگر ساتھ ہی دوسری طرف انکی بات کہ ''اسحاق علیہ

السلام ذبیح اللہ ہیں'' کو کبھی بھی نہیں مانا جاتا بلکہ بلا شک جمہور امت کا ایمان ہے کہ ''ذبیح اللہ'' اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں۔ اسی طرح یہی معاملہ ابنِ تیمیہؒ وابنِ القیمؒ کے ساتھ رکھنا چاہیے اور بلا شک فنائے نار کے مسئلہ میں جمہور امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہی حق و سچ ہے کہ کافر و مشرک ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور انکی کبھی بخشش نہ ہوگی۔ یہ کوئی فروعی اختلافی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اسکا تعلق ایمان کے ساتھ ہے۔ اور اسکا اشارہ خود سید سلیمان ندویؒ مولانا ابوالکلام کے حوالہ سے مذکورہ بالا رسالہ ''بینات'' جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ کے صفحہ نمبر ۶۱ میں کر گئے ہیں۔ فقط والسلام

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

اس پہلے خط کے بعد جناب مفتی عبید اللہ صاحب، شعبہ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور نے راقم کو بتایا کہ آپ اس مسئلہ کو سید صاحبؒ کے بیٹے مولانا سید سلمان ندوی صاحب مدظلہ مقیم ساؤتھ افریقہ کو لکھیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے راقم کو اُن کا ای میل ایڈریس دیا جس پر میں نے دوسرا خط اُن کو لکھا جس میں فتاویٰ عثمانی کا حوالہ بھی درج کر دیا گیا جس کا ذکر پہلے خط میں یہ فتاویٰ میسر نہ ہونے کی بنا پر نہ تھا۔

دوسرا مکتوب

بنام مولانا سید سلمان ندوی مدظلہ بن مولانا سید سلیمان ندویؒ

۳۰ ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ ۲۳ اگست ۲۰۱۷ء

محترمی ومکرمی جناب مولانا سید سلمان ندوی صاحب

السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کے والد محترم علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی مشہور کتاب سیرت النبیؐ جلد چہارم ایمانیات سے متعلق لکھی ہے۔ دیباچہ طبع ثانی جلد

چہارم میں وہ خود لکھتے ہیں کہ ''.....سوائے دوزخ کی ابدیت وغیر ابدیت کے ایک مسئلہ جس میں جمہور کی رائے ہمارے ساتھ نہ تھی.....اور مسئلہ ابدیت نار میں جمہور کے خیال کی ترجمانی کا اضافہ کر دیا گیا ہے تا کہ ناظرین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے واقفیت ہو جائے۔''

اس خط کے ساتھ درج ذیل خط ورسائل وکتب کی ضروری نقول آپ کو بھیج رہا ہوں۔

۱۔ میرا ایک اہم خط المیزان پبلشرز، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور بنام جناب محمد شاہد عادل صاحب جو کہ دس محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو لکھا گیا تھا۔

۲۔ ماہنامہ رسالہ ''بینات'' جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ، بنوری ٹاؤن، کراچی

۳۔ ''تذکرۂ سلیمان'' از حضرت مولانا ڈاکٹر غلام محمد خلیفہ مجاز حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری جلد ۱۹ از حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ (م رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ) تلمیذ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۲ھ مطابق مئی ۱۹۳۳ء)

۵۔ فتاویٰ عثمانی جلد اول تدوین و ترتیب مولانا محمد زبیر حق نواز استاذ جامعہ دار العلوم کراچی تلمیذ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم طبع جدید جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ، جولائی ۲۰۰۷ء ناشر مکتبہ مُعارف القران کراچی ۱۴

مذکورہ بالا خط ورسالہ وکتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موصوف سید سلیمان ندویؒ پر تین دور گزرے ہیں۔ پہلے دور میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کو طبع اول جلد چہارم میں نہیں لکھتے۔ طبع دوم میں وہ اس کا اضافہ کرتے ہیں، یہ دوسرا دور ہوا۔ تیسرے دور میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کی جانب رجوع کرتے ہیں توبہ کرتے ہیں اس بات کا اقرار دل وجان سے کرتے ہیں کہ کافر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے اور کافروں کو کبھی بھی جہنم سے نہ نکالا جائے گا اور ہم سب کو بھی اس کی نصیحت کرتے ہیں کہ کوئی بھی جمہور مسلک اہل سنت کے عقیدے سے نہ ہٹیں کیونکہ میں اسکی اعتقادی وعملی سزا بھگت چکا ہوں

۔انہوں نے یہ رجوع جنوری ۱۹۴۳ء میں کیا اور ۱۹۵۳ء میں وفات پائی۔اب تک چھپنے والے ایڈیشنوں میں انکے اس رجوع کو نہیں لکھا گیا ہے۔جسکی وجہ سے لوگ پڑھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔میرا ذاتی طور پر ایسے اشخاص سے واسطہ پڑ چکا ہے۔وہ عنوانات جن کو پڑھ کر خاص طور پر لوگ گمراہ ہوتے ہیں یہ ہیں ۔۱۔ دوزخ قید خانہ نہیں شفا خانہ ہے۔۲۔کیا دوزخ بھی ایک نعمت ہے۔۳۔دوزخ رحمت الٰہی کا ظہور اور نجات ۴۔شرک و کفر کی بخشائش نہیں ۵۔کیا دوزخ کی انتہا ہے ۶۔دفع شبہہ ۷۔ عذاب طویل کا سبب ۸۔مشرک و کافر کا آخر انجام۔یہ تقریباً ۱۵ صفحات بنتے ہیں۔میرے نزدیک ان سب کو حصہ چہارم سے حذف کر دینا بے حد ناگذیر ہے۔اس سے لوگ کفریہ عقائد سے بچ سکیں گے۔آپ سے گزارش ہے کہ یہ کام جلد از جلد سرانجام دیں کیونکہ سیرت النبیؐ کے جملہ حقوق آپکے پاس محفوظ ہیں۔اللہ ہم سب کو معاف فرمائے کیونکہ ۷۴ سال ہو رہے ہیں ہم نے اسکی طرف توجہ نہیں دی۔اگر آپ اپنی طرف سے ایک خط بنام ناشرین سیرت النبیؐ تحریر فرما کر انٹرنیٹ پر ڈال دیں تو انشاء اللہ اسکو بنیاد بنا کر پاکستان میں یہ کام میں خود سرانجام دوں گا اور ہندوستان کی ذمہ داری آپ لے لیں۔آخر میں سلام مسنون عرض ہے اور دعا کی درخواست ہے۔آپکا دینی بھائی اور آپکے جواب کا منتظر۔

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو۔

(جواب مکتوب)

بنام راقم

Shabbir Sandhu sahab: Assalamu Alaikum.First of all, please forgive me for replying late as i had been away from South Africa. I returned only last

week from my travel abroad. Have read what you have explained and what you have requested me to do.Your request makes sense and is under stand able.

1. I am aware of my Marhoom father's "RUJU"/ I "TIRAF" published in the Ma'arif. However, He had added the "Jamhoor opinion" in the later edition. The 2003 edition published by Darulmusannifin the jamhoor opinion has been added. I am not sure if the editions before 2003 also has this addition or not.

2. As for adding the "ruju"/I"tiraf" as an additional item in the beginning of the forthcoming 4th Volume is something to which the Darulmusannifin, Azamgarh (India) is to be requested so that the publishers in India/Pakistan will include it whenever they will publish. if i happen to meet the present director of Darulmusannifin in india i will, Insha'-Allah, draw his attention to what you have suggested.

3. Many thanks for your note. I wonder how you

were able to get my e-mail address. I appreciate your concern. Wassalam.

Salman Nadvi, South Africa.

شبیر سندھو صاحب: اسلام علیکم ۔ پہلے تو مجھے معاف فرمائیں کہ میں دیر سے جواب دے رہا ہوں کیونکہ میں ساؤتھ افریقہ میں نہیں تھا۔ پچھلے ہفتے ہی بیرونی سفر سے واپس آیا ہوں۔ آپ نے جو وضاحت کی ہے اسکو پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کی التجا معقول اور سمجھ میں آنے والی ہے۔

۱۔ میں اپنے مرحوم والد (علامہ سید سلیمان ندویؒ مؤلف سیرۃ النبیؐ) کے ''رجوع و اعتراف'' سے جو رسالہ ''معارف'' میں شائع ہوا تھا، واقف ہوں لیکن والد صاحب نے بعد میں اگلے ایڈیشن میں جمہور (امت مسلمہ) کی رائے کو بھی لکھ دیا تھا، ایڈیشن جو ۲۰۰۳ء میں دارالمصنفین کی طرف سے شائع ہوا تھا اس میں جمہور کی رائے کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ۲۰۰۳ء سے پہلے چھپنے والے ایڈیشنوں میں جمہور کی رائے کا اضافہ شائع ہوا تھا یا نہیں!

۲۔ جہاں تک ''رجوع و اعتراف'' کو جلد چہارم کے آغاز میں درج کرنے کی بات ہے تو اس سلسلے میں دارالمصنفین اعظم گڑھ انڈیا کو درخواست کرنی ہوگی تاکہ پھر انڈیا و پاکستان کے ناشرین بھی اس رجوع کو ایڈیشن میں شامل کریں گے جب وہ اِس سیرت کی اشاعت کریں گے۔ اگر میری ملاقات موجودہ ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی سے ہوئی تو میں انشاءاللہ ان کی توجہ اس طرف مبذول کرواؤں گا جو آپ کا مدّعا ہے۔ آپ کے الفاظ کا بہت شکریہ۔ میں حیران ہوں کہ آپ میرا ای۔میل ایڈریس حاصل کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے۔ میں آپ کے مدّعا کا حامی ہوں، والسلام۔

سلمان ندوی، ساؤتھ افریقہ۔ یکم ستمبر ۲۰۱۷ء۔

فون نمبر (۱)

حضرت علامہ سید سلمان ندوی صاحب سے فون پر بات

نومنٹ کی یہ بات حضرت کے جوابی خط کے تقریباً ساڑھے تین ماہ بعد ۱۸ جنوری ۲۰۱۸ء کو ہوئی تھی۔ اس عرصہ میں راقم مطمئن رہا کہ حضرت نے ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی سے بات کر لی ہوگی مگر افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ موصوف تو سب کچھ بھول گئے۔ بات کے آخر میں جب میں نے حضرت سے اس مسئلے کی پیش رفت کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ اب کیا مسئلہ ہے؟ والد صاحب کا رجوع تو رسالہ ''معارف'' میں لکھ دیا گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بات ٹھیک ہے کہ رجوع رسالہ ''معارف'' میں لکھ دیا گیا تھا یا وہ کُتب اور رسالہ جن کے حوالہ جات میں نے بھیجے ہیں، اُن میں لکھ دیا گیا تھا۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس رجوع کو سیرۃ النبیؐ حصہ چہارم میں بھی تو درج کیا جائے، وہاں پر تو رجوع آج تک درج نہیں ہوا ہے۔ حضرت تقریباً تین سیکنڈ کے لئے خاموش ہو گئے، پھر فرمانے لگے اچھا! تو پھر آپ خود ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ انڈیا لکھ دو۔ اس پر میں نے نیچے والا خط بنام ڈائریکٹر صاحب لکھا۔

(تیسرا مکتوب)

بنام ڈائریکٹر رسیکرٹری صاحب

جمعۃ المبارک ۸ جمادی الاول ۱۴۳۹ھ

۲۶ جنوری ۲۰۱۸ء

محترمی ومکرمی جناب ڈائریکٹر رسیکرٹری صاحب، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا

اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میری ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۸ جنوری ۲۰۱۸ء کو مؤلف سیرۃ النبیؐ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بیٹے حضرت سلمان ندوی مدَّ ظلہ العالیٰ مقیم ساؤتھ افریقہ سے فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ میں آپ حضرات کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبزول کرواؤں۔ آپکے فون پر کالیں نہ مل سکی، اس لیے ای میل کر رہا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ حضرت سید سلیمان ندویؒ کے ''غیر ابدیتِ جہنم سے رجوع واعتراف'' کو اسی طریقہ پر درست فرمادیں جس طریقہ پر وہ خود اپنی زندگی میں ''مسئلہ معراج'' کو جلد سوئم کے دیباچہ اور متعلقہ مقامات میں درست فرما گئے تھے۔ تاکہ اگلی اشاعت جلد چہارم کے دیباچہ اور متعلقہ مقامات میں انکے ''غیر ابدیتِ جہنم سے رجوع واعتراف'' کو چھاپا جا سکے۔ یہ مسئلہ اُس مسئلہ معراج سے زیادہ سنگین ہے۔ اور یہ اجتہادی غلطی ابھی تک جلد چہارم کے باب دوزخ میں چلی آرہی ہے۔ آپ کی طرف سے اس درستگی کو پاکستان سمیت دوسرے ملکوں میں بھی مانا جائے گا۔ اور اس درستگی میں یکسانیت بھی باقی رہے گی اور مسلمانوں کی موجودہ اور اگلی نسلیں اندیشۂ کفر سے بھی محفوظ ہو جائیں گی اور ہم سب کوشش کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے خزانوں سے دنیا و آخرت میں اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ سال بھر سے اب تک میں اور میرے ساتھیوں نے جو کوشش اس سلسلہ میں کی ہے وہ بھی ساتھ ای میل کر رہا ہوں۔ آخر میں آپ اور آپ کے سب ممبرانِ شبلی اکیڈمی حضرات کو سلام مسنون عرض کرتا ہوں اور دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ کے جواب کا منتظر آپ کا دینی بھائی

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو۔

برائے اطلاع: مولانا سید سلمان ندوی صاحب، مفتی محمد زکریا صاحب، مفتی عبید اللہ صاحب، مولانا شفیق الرحمٰن علوی صاحب۔

(جواب مکتوب)

بنام راقم

محترمی ومکرمی ڈاکٹر شبیر حسین سندھو صاحب

اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

عنایت نامہ کے لیے ممنون ہوں۔ میں اس وقت اعظم گڑھ سے باہر ہوں۔ جب واپس آؤں گا تو دیکھوں گا۔ توجہ دِلانے کے لئے ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

(ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی) اشتیاق احمد ظلی۔ ۲۷ جنوری ۲۰۱۸ء

(چوتھا مکتوب)

بنام موصوف ڈائریکٹر صاحب

(عنوان: نہایت ضروری گزارش کی یاددہانی)

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

حضرت! میں رحیم یار خان سے ڈاکٹر شبیر حسین سندھو ہوں۔ خیال کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ ۲۶ جنوری ۲۰۱۸ء کو سیرۃ النبیؐ حصہ چہارم مؤلفہ سید سلیمان ندویؒ کے حوالے سے اُن کے رجوع کے بارے میں عرض کیا تھا، اُس کو آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ اب میں اس سلسلے میں آپ کی رائے کا منتظر ہوں۔ والسلام۔

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

۱۸ فروری ۲۰۱۸ء

(جواب مکتوب)

بنام راقم

محترم ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ!

عنایت نامہ کے لیے ممنون ہوں۔اس سے پہلے آپ کے مکتوب گرامی کے جواب میں یہ گزارش کر چکا ہوں کہ اس معاملے پر مناسب توجہ دی جائے گی۔اس کے بعد میرے خیال میں بار بار یاد دہانی کی ضرورت تو شاید نہیں ہے۔میں ابھی تک باہر ہی ہوں۔اگر تصحیح کی ضرورت محسوس ہوئی تو بھی جب نیا ایڈیشن نکلے گا اسی وقت ہو سکے گی۔امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔والسلام، طالب دعا

اشتیاق احمد ظلی۔۱۸فروری ۲۰۱۸ء

(پانچواں مکتوب)

بنام مذکور ڈائریکٹر صاحب

بدھ ۸شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ

۲۵اپریل ۲۰۱۸ء

محترمی ومکرمی جناب ڈائریکٹر/سیکرٹری صاحب شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، انڈیا

اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

امید ہے آپ بخیریت سے ہوں گے اور واپس اعظم گڑھ تشریف لے آئے ہوں گے۔کیا آپ نے میری نہایت ضروری گزارش کو پڑھ لیا ہے جو کہ میں نے ۲۷ جنوری ۲۰۱۸ء کو ای میل کی تھی۔پھر اس کی یاد دہانی مورخہ ۱۸فروری ۲۰۱۸ء کو ای میل کی تھی۔دو ماہ کے بعد اب پھر دوسری دفعہ یاد دہانی کیلئے ای میل کر رہا ہوں۔اگر آپ تصحیح کی ضرورت

محسوس کرتے ہیں تو مطلع فرما دیجئے۔ اگر تصحیح کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے ہیں تو بھی مطلع فرما دیجئے تا کہ بات ختم کر دی جائے۔ والسلام!

طالب دعا

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

برائے اطلاع: مولانا سید سلمان ندوی صاحب، مفتی محمد زکریا صاحب، مفتی عبید اللہ صاحب، مولانا شفیق الرحمٰن علوی صاحب

(جواب مکتوب)

بنام راقم

Respected Dr Shabbir Sandhu Sahib,

Assalamu Alaykum

Many thanks for your mail.

I had written at the very outset that when the time for the reprinting of the Sirat un Nabi will come, we will look into the matter and take a decision about the points that you have raised. At that time we will let you know about our decision.

Thanks and regards

Wassalam, Ishtiaq Ahmad Zilli

7th may 2018

ترجمہ: محترم ڈاکٹر شبیر سندھو صاحب۔ السلام علیکم۔ ای میل کرنے کا بہت

شکریہ۔ میں پہلے بھی آپ کو لکھ چکا تھا کہ جب طبع جدید سیرۃ النبیؐ کا وقت آئے گا اُس وقت ہم اس مسئلہ پر غور وفکر کریں گے اور جو نکات آپ نے اُٹھائے ہیں اس پر فیصلہ کریں گے۔ پھر اس کے بعد آپ کو اس فیصلہ سے مطلع کرینگے۔ شکریہ وآداب۔ والسلام

اشتیاق احمد ظلی، ۷ مئی ۲۰۱۸ء

فون نمبر (۲)

شبلی اکیڈمی کے نائب مہتمم ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب سے فون پر بات

اب میرے دل میں زبردست داعیہ پیدا ہوا کہ اب مجھے ڈائریکٹر صاحب سے فون پر بات کرنی چاہیے۔ میں نے مفتی عبیداللہ صاحب سے صبح تقریباً ۸ بجے عرض کیا کہ آپ دعا فرمادیں میرا موڈ آج ڈائریکٹر صاحب سے فون پر بات کرنے کا ہے۔ انہوں نے مذاحاً فرمایا کہ کرلو! آج بات ختم ہوجائے گی۔ ان کی طرف سے میرے لیے یہ غیر متوقع بات تھی۔ میں نے پھر عرض کیا جو بھی ہو میں نے آج بات کرنی ہے، آپ دعا فرمادیں۔ فرمانے لگے اچھا! میری یہ بات جو کہ ۱۲ منٹ ۳۴ سیکنڈ پر مشتمل تھی بروز ہفتہ، ۲۹ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۱ اگست ۲۰۱۸ء تقریباً ۱۱ بجے دن ہوئی تھی۔ فون تو میں نے ڈائریکٹر صاحب کی نیت سے کیا تھا لیکن بات اُن کے نائب ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب سے ہوئی۔ بعد تعارف میں نے اپنا مدعا بیان کیا۔ ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے آپ نے بہت اچھا کیا میں تو تین چار دن کے بعد کتاب ری پرنٹ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ یہ الفاظ سنتے ہی میں اندر سے بہت خوش ہوا کہ اللہ کی مدد میرے ساتھ ہے۔ میں نے مدعا کے چند دیگر پہلو اُجاگر کرتے ہوئے سید صاحبؒ کے تین ادوار کی وضاحت کی جس کو حضرت نے نہایت توجہ سے سنا۔ پھر میں نے کہا کہ میں

اس بارے میں ای میل ڈائریکٹر صاحب کو کر چکا ہوں، فرمانے لگے آپ دوبارہ بھیج دیں وہ بھول گئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے ان کو سب کچھ دوبارہ ای میل کر دیا اور بروز سوموار دوبارہ بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میل اب پہنچ گئی ہے۔ آپ کا کام ختم آگے ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر اس کے بعد گاہے بگاہے میری بات ہوتی رہی اور اللہ کے فضل وکرم سے تقریباً وسط ۲۰۱۹ء سے پہلے کتاب کی نئی اشاعت منظر عام پر آ گئی۔

(کامیابی)

رجوعِ سلیمان کا تقریباً ۵۷ سال بعد سیرت النبیؐ میں درج ہونا

اس طرح کوششوں کے مذکورہ مراحل سے گزر کر تقریباً ۵۷ سال بعد اب یہ رجوع سیرۃ النبیؐ میں بھی درج ہو گیا ہے۔ ۵ نومبر ۲۰۲۰ء بروز جمعرات راقم نے اس رجوع کی تمام کارگزاری اردو بازار لاہور کے اُن ناشرین کو جا کر بتائی جو اس سیرت کو شائع کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے لاہور کے دو ناشرین اس وقت اس سیرت کو سید صاحبؒ کے رجوع نوٹ کے ساتھ شائع کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ آئندہ وہ بھی ایسا ہی کریں گے جب وہ اس سیرت کو دوبارہ شائع کریں گے۔ مگر فی الحال کورونا وباء کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے۔

اب ناشرین کتب کی ذمہ داری

شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ہند کے موجودہ ارباب دارالمصنفین، جو مذکورہ سیرۃ النبیؐ کی اشاعت کرتے رہتے ہیں، سے خصوصاً اور تمام دیگر ناشرین کتب سے عموماً درخواست ہے کہ اگلی طباعت سیرت النبیؐ جلد چہارم میں باب دوزخ پر نظر ثانی فرمائی جائے اور مصنف

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے چونکہ فناء جہنم کے مسلک سے رجوع کر لیا تھا اِس لئے باب دوزخ میں رجوع کے مطابق تبدیلی کی جائے اور رجوع سے پہلے کی مشیر الیٰ فناء جہنم تحریروں کو حذف کر دیا جائے تا کہ فناء نار جہنم کا فتنہ اس کتاب سے بلکلیہ ختم ہو جائے۔ سید صاحبؒ نے اپنے رجوع واعتراف میں لکھا ہے:

''ایسا بھی دو چار دفعہ ہوا ہے کہ ایک تحقیق کے بعد دوسری تحقیق سامنے آئی ہے اور اپنی غلطی ظاہر ہوئی ہے تو بعد کے ایڈیشن میں اس کے مطابق تبدیلی کر دی ہے مثلاً معراج بحالت بیداری وبجسم ہونے پر قرآن پاک سے صحیح استدلال مجھے پہلے نہ مل سکا اور بعد کو اللہ تعالیٰ نے صحیح دلیل سمجھا دی تو دوسرے ایڈیشن میں اس کو بڑھا کر مقام کی تصحیح کر دی۔''

امید ہے یہ کام اگلی اشاعت میں ہو جائے گا اور یہ معلوم نہیں کہ اگلی اشاعت کب ہو۔ انٹرنیٹ کی وجہ سے طباعت کا کام کم ہو گیا ہے، اس لئے طباعتوں میں وقفہ بڑھ گیا ہے۔ کیا معلوم اس وقت تک نہ میں رہوں اور نہ موجودہ ارباب دار المصنفین، اس لئے نشان چھوڑے جا رہا ہوں تا کہ کوئی اور صاحب پڑھ کر میری طرح اس طرف متوجہ ہو، اور اِس حذف کی کوشش میں کامیابی حاصل کر کے عنداللہ ماجور ہو۔

خلاصہ رسالہ

(۱) قرآن وحدیث میں بکثرت اصحاب النار واہل النار کا لفظ کفار کے لئے استعمال ہوا ہے جو مستقل طور پر جہنم کے باشندے ہوں گے، نہ وہاں مریں گے نہ جئیں گے، نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ جہنم کا جو طبقہ جن کے حصے میں آئے گا وہ اس کے عذاب میں ابدی طور پر مبتلا رہیں گے۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جن کے وزنِ اعمال کے پلڑے میں مچھر کے پر کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا اور یہ اپنی خیرات وصدقات وغیرہ نیک اعمال کا اجر دنیا میں پا چکے ہوں گے۔ یہ اس طرح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا ایندھن بنا دیے جائیں گے۔ یہی بڑی

ناکامی ہے۔اعاذنااللہ منہا۔

(۲) جن مسلمانوں کے وزنِ اعمال کے بعد سئیات حسنات سے بھاری ہوں گے ،ان کو عارضی طور پر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (اعاذ نا اللہ منہا) ، پھر محدود مدت بعد اصحاب النار (اہل النار) میں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ جنت میں پہنچ کر اصحاب الجنۃ (اہل الجنۃ) میں ادنیٰ درجے کے شمار ہوں گے۔

(۳) جن مسلمانوں کے وزنِ اعمال کے بعد حسنات وسئیات برابر ہوں گے،ان کو عارضی طور پر جنت اور جہنم کے درمیان پردہ اور آڑ کے بلند مقام ''الاعراف'' پر روک لیا جائے گا (اعاذ نا اللہ منہا) اور اسی بنا پر انہیں سورۃ اعراف میں ''اصحاب الاعراف'' کہا گیا ہے۔اس مقام کی محدود مدت کوفت و پریشانی کے بعد یہ بھی جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ جنت میں یہ درمیانے درجے کے اصحاب الجنۃ (اہل الجنۃ) ہوں گے۔انہیں اصحاب الیمین کی کمزور قسم سمجھنا چاہیے۔

(۴) جن مسلمانوں کے وزنِ اعمال کے بعد حسنات سیئات سے بھاری ہوں گے، ان کو براہ راست جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ جنت میں اعلیٰ درجے کے اصحاب الجنۃ (اہل الجنۃ) ہوں گے۔ان کو اعلیٰ درجے کا اصحاب الیمین سمجھنا چاہیے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ یااللہ! ہمیں بھی اِن خوش قسمت مسلمانوں میں شامل فرمالیجئے۔آمین۔

مسلمانوں کو اِس طرح اپنے اپنے درجے میں اپنی اپنی جنت کا وارث بنا دیا جائے گا جس میں ہر کوئی اب عیشِ دوام میں رہے گا۔ جو جہنم سے نکل کر سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا اس کو دنیا کے رقبہ سے دس گنا بڑی جنت عطا ہوگی۔ یہ وہی مسلمان ہوں گے جو دنیا میں تین اقسام میں منقسم ہو کر قرآن پاک کے وارث ہوئے تھے،جن کا بیان سورۃ الفاطر آیت ۳۲ میں ہے،آج یہ تین اقسام میں منقسم ہو کر جنت کے وارث ہوئے ہیں۔

آیت کا ترجمہ:

''پھر ہم نے کتاب (قرآن مجید) کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا ☆۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، اور انہیں میں سے کچھ ایسے ہیں جو درمیانے درجے کے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ (اللہ کا) بہت بڑا فضل ہے''۔

☆ آیت کی تفسیر: '' اس سے مراد مسلمان ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن براہ راست تو حضور سرور عالم ﷺ پر نازل ہوا، لیکن پھر اس کا وارث ان مسلمانوں کو بنایا گیا جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے چن لیا تھا کہ وہ اللہ کی کتاب پر ایمان لائیں، لیکن ایمان لانے کے بعد ان کی تین قسمیں ہوگئیں، ایک وہ تھے جو ایمان تو لے آئے لیکن اس کے تقاضوں پر پوری طرح عمل نہیں کیا، چنانچہ اپنے بعض فرائض چھوڑ دیئے اور گناہوں کا بھی ارتکاب کر لیا، ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، کیونکہ ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ انہیں جنت میں فوری داخلہ نصیب ہوتا، لیکن انہوں نے گناہ کر کے اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنالیا، جس کے نتیجے میں قانون کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے شخص کو پہلے اپنے گناہوں کا عذاب بھگتنا ہوگا، دوسری قسم جس کو درمیانے درجے کا کہا گیا ہے، اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو فرائض و واجبات پر تو عمل کرتے ہیں اور گناہوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں؛ لیکن نفلی عبادتیں اور مستحب کاموں پر عمل نہیں کرتے، اور تیسری قسم ان لوگوں پر مشتمل ہے جو فرائض و واجبات پر اکتفا کرنے کے بجائے نفلی عبادتیں اور مستحب کاموں کا بھی پورا اہتمام کرتے ہیں، یہ تینوں قسمیں مسلمانوں ہی کی بیان کی ہوئی ہیں، اور آخر کار مغفرت کے بعد جنت میں انشاء اللہ تینوں قسمیں داخل ہوں گی۔'' (ترجمہ و تفسیر از مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ)

اِن واقعات کے بعد:

(۵) اب موت کو اصحاب الجنۃ یعنی مسلمانوں اور اصحاب النار یعنی کافروں کو دکھا کر جنت اور جہنم کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان ہوگا، یا اہل الجنۃ (اے جنت والو)! اب تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یا اہل النار (اے دوزخ والو)! اب تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔

اور اِس طرح:

یوم تغابن یعنی ہار جیت کے دن کے ختم ہونے کے بعد، اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار کی لامحدود زندگی کا سلسلہ جاری وساری رہے گا جو کبھی اختتام پزیر نہیں ہوگا۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی ہے یہ شامِ زندگی صبح دوامِ زندگی

(۶) محکم آیات کے صاف صاف مطالب کو چھوڑ کر متشابہ آیات سے اپنے کفریہ عقائد ثابت کرنے کی حماقت کرنا ٹیڑھے دلوں کی علامت ہے اور یہ علامت وفد نصاریٰ نجران میں پائی جاتی تھی جس کی تفصیل باب دوم میں گزر چکی ہے اور وہ یہ کام دنیا کے مال و متاع کی خاطر جان بوجھ کر کرتے تھے۔ اُن کفر کے اماموں کی مثال اُس شخص جیسی سمجھو جو نماز کی امامت میں وَجَعَلَنِیْ نَبِیّاً کے بجائے جان بوجھ کر وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ نَبِیّاً پڑھے اور ایمان کے اماموں کی مثال اُس شخص جیسی سمجھو جو مشابہ لگنے کی وجہ سے ایسا پڑھے۔ یہ مثال فرق سمجھانے کی خاطر پیش کی جارہی ہے اور ایسا واقعہ راقم کی محلّہ مسجد میں پیش آیا تھا۔ ہم میں سے کوئی یہ نہ سمجھا کہ امام نماز کافر ہوگیا۔ اُسی امام نے کچھ مدت بعد ٹھیک یہی غلطی دوبارہ کی تھی۔ پھر بھی ہم میں سے کوئی یہ نہ سمجھا کہ امام صاحب کافر ہوگیا۔ ہم یہی سمجھے کہ انہیں سورۃ مریم آیت ۳۰ پڑھتے وقت آگے آنے والی آیت ۳۱ سے مشابہ لگا ہے۔ میں نے خود مذکور رسالہ مفتی محمد زکریا صاحب سے جامعہ اشرفیہ لاہور فون کر کے پوچھا تو انہوں نے

فرمایا تھا کہ سنگین غلطی ہے۔نماز دوبارہ پڑھو۔یہ عمل کفر ہے،امام کافرنہیں۔میں نے پھر پوچھا کہ اگر کوئی امام جان بوجھ کر نیتاً وشرارتاً ایسا پڑھے تو! فرمایا:''پھر وہ کافر ہوجائے گا۔''

(۷)لہٰذا،کوئی یہ نہ سمجھے کہ سائل کے دوسرے سوال کے جواب میں مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے جولکھا(دیکھوصفحہ۹۳،۹۴) کہ: دوسرے عقیدہ (عدم دوام جہنم یعنی غیر ابدیت جہنم یا فنائے نار) پر بھی کفر کا اندیشہ ہے،تو ہم جذبات میں آکر ابنِ عربی رحمہ اللہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ سے بدظن ہو جائیں یا پھر مفتی صاحب سے، کیونکہ ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ ہو نہ ہو ہمارے سلف صالحین کی طرف کسی مفتری نے فناءِ جہنم والی بات منسوب کی ہے(دیکھوتقریظ صفحہ۱۵)۔یادرہے یہود ونصاریٰ ایسی باتیں منسوب کرتے رہتے ہیں جس پر قرآن شاہد ہے، بالفرض اگر ابنِ تیمیہ وغیرہؒ ہی کی اجتہادی غلطی ہے تو بھی ہمارے اِن مشائخ اسلام کی مشابہت اوپر ایمان والے امام نماز جیسی ہوگی جس کو بھُول کر مشابہ لگا۔ واضح رہے ہر مسئلہ کی مشابہ آیات جدا جدا ہوتی ہیں۔لہٰذا، ہمارے اِن اسلاف پر کفر یا اندیشہ کفر کے اطلاق کا کسی کو وہم ہوسکتا تھا،سواُس کا جواب اِس مثال سے واضح ہوگیا۔

(۸) واضح رہے فتاویٰ کا مقصد اپنے ہی اسلاف پر منفی تنقید نہیں، بلکہ اپنی ذمہ داری کے احساس میں حق وباطل میں تمیز کرنا ہے تاکہ ہم مسلمان یہود کے خودساختہ عقیدہ عدم خلود جہنم (دیکھوصفحہ۱۷،۱۸آیت ۸۰سورہ البقرہ) سے اجتناب کریں جس کو اختیار کرنے سے درجنوں درجنوں واضح آیات،واضح احادیث (دیکھو باب اول) کی مخالفت لازم آنے کی وجہ سے کفر(دیکھونوٹ راقم صفحہ۵۳،۵۴بحوالہ امام سبکیؒ) یا کفر کا اندیشہ(صفحہ۹۳،۹۴) ہے۔ یادرہے اِس مسئلہ میں اِن واضح آیات اور واضح احادیث کی حیثیت اللہ تعالیٰ اور اُس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے فتاویٰ کی ہیں،امام سبکیؒ وعثمانی حفظہ اللہ کے فتاویٰ تو اِن ہی آیات واحادیث سے ماخوذ ہیں۔راقم کا خیال ہے کہ امام سبکیؒ کے فتویٰ کا تعلق اُن لوگوں سے ہے جو جان بوجھ کر فناءِ جہنم کا عقیدہ رکھتے اور پھیلاتے ہیں اور عثمانی حفظہ اللہ کے فتویٰ کا

تعلق اُن مسلمانوں سے ہے جو غیر دانستہ طور پر ایسوں (منکرین حدیث، وغیرہٗ) کی باتوں میں آ کر (دیکھو سوال و جواب ونوٹ راقم صفحہ ۹۲، ۹۳) ایسا عقیدہ اپناتے اور پھیلاتے ہیں ۔دونوں فتووں میں یہ تطبیق مناسب معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

(۹) راقم نے توفیقِ الٰہی سے عرصہ پانچ سال سے لگاتار اِس لئے یہ کوشش کی ہے تاکہ امتِ مسلمہ کو اصل بات سے آگاہی ہو جائے اور حقیقت سب پر واضح ہو جائے کہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے فناءِ جہنم کے عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔لہٰذا، اب کوئی بھی دانستہ یا غیر دانستہ اُن کی سیرۃ النبیؐ کے حوالے سے فناءِ نار کی باطل بات نہیں پھیلا سکے گا۔ جب حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، مقیم قصبہ تلُمبہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دارالعلوم کراچی جیسے پاکستانی مشائخ اسلام بھی اپنی دینی مصروفیات کی وجہ سے میرے مکتوب پر متوجہ نہ ہوئے تو مجھے اِس کام کی کوشش کو اضطرابی کیفیت میں جاری رکھنا پڑا۔اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اُس نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔اپنے تمام معاونین کا بھی شکر گذار ہوں۔اب آئندہ حذف والی بات بھی انشآ اللہ تعالیٰ آسان ہو جائے گی۔

(۱۰) نہایت ضروری ہے کہ ہم سب مسلمان قرآن فہمی کے سلسلے میں ایک خاص الخاص اصول وضابطہ جو سورۃ آل عمران آیت ۷ میں وفد نصاریٰ نجران کے قصہ میں تفصیل سے بیان ہوا ہے، کو ہر آن گھڑی سامنے رکھیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ ہماری آزمائش فرماتا ہے کہ ہم قانونِ الٰہی کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں؟ اور شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہم اِس فرمانِ شہنشاہی (قانونِ الٰہی) کی خلاف ورزی کر کے جنت کے راستے سے بھٹک جائیں۔ جو مضبوط علم والے ہیں وہ اِس قانونِ الٰہی کی پابندی کرتے ہوئے متشابہ آیات کے مطالب کو محکم آیات کے موافق بناتے ہوئے سمجھتے ہیں، نہ سمجھ پائیں تو اُس کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں، ایمان سب آیات پر یکساں رکھتے ہیں اور ٹیڑھے دل والے محکمات کو چھوڑ کر متشابہات سے من پسند غلط مطالب نکالتے ہیں تاکہ معاشرے میں فتنہ فناءِ نار کی

طرح جھگڑے پیدا کریں۔ایسے ٹیڑھے دل والوں سے بچنے کا حکم حدیث مسلم ۶۷۷۵ بروایت عائشہ رضی اللہ عنھا صفحہ ۴۷،۴۸ پر گزر چکا ہے ۔یہاں ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ صفحہ ۶۴ سے سورہ الاعراف آیت ۲۷ کا ترجمہ ضرور دیکھیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں اور بیٹیوں کو جولطیف نصیحت کی ہے اپنے فائدے کے لئے اُس کی قدر کریں اور اِس قانونِ الٰہی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں تا کہ فناء جہنم اور اِس جیسے دیگر فتنوں سے بچ سکیں۔

(۱۱) ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ صفحہ ۳۲،۳۳ سے سورہ ھود کی آیت ۱۵،۱۶ کے تفسیری ف ۵،۶،۷ کو دوبارہ پڑھیں اور ف ۶ میں درج الفاظ ''**کفار ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مُدّت کے لئے**'' پر توجہ فرمائیں۔ یہ الفاظ کئی مہینوں کی تلاش کے بعد مجھے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر سے مل گئے اور مجھے یقین تھا کہ یہ الفاظ کہیں نہ کہیں سے ضرور مل جائیں گے۔ اِس سے میری تصویب ہوئی، مجھے تقویت وتسکین ملی کیونکہ میرے دل ودماغ میں یہ بات چل رہی تھی کہ شاید مسلمان بے نمازیوں کو بعض حدیثوں میں فَقَدْ کَفَرَ یا فَقَدْ اَشْرَکَ کے الفاظ سے جو زجر وتوبیخ فرمائی گئی ہے، اور اسے مَجازاً کفر (اصغر) وشرک (اصغر) بھی کہہ دیتے ہیں، اور سورۃ کہف کی آخری آیت میں جس شرک کا بیان ہے اس سے مراد یہ شرکِ اصغر (ریا کاری) ہے جیسا کہ بعض حدیثوں میں اِس آیت کے شانِ نزول میں یہ بات آئی ہے، تو اِس کا اطلاق کہیں غلطی سے بڑے کفر وشرک (جو کہ صریحاً وحقیقتاً کفر وشرک ہے) پر کیا جا رہا ہے اور اِس طریقے سے کافر ومشرک (صریحاً و حقیقتاً کافر ومشرک) کو بھی جہنم سے نکالا جا رہا ہے لیکن دورانِ تحقیق جب میں نے پڑھا کہ سرے سے اِس باطل مقصد کے حصول کے لئے جہنم ہی کو ختم کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں جو تحریفِ قرآن ہے، تو میں تلمَلا اُٹھا۔ پھر مجھے پتا چلا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ تو اِس عقیدے سے رجوع کر چکے تھے۔ پھر پتا چلا کہ اِس فتنے کا اصل بانی زندیق ''جہم بن

صفوان'' ہے جس کی وفات ۱۳۰ھ میں ہوئی اور یہ جہمیہ یہودیت کو نئے انداز سے پھیلا رہے ہیں۔ پھر پتا چلا کہ یہ باطل عقیدہ امام ابنِ تیمیہ کی طرف منسوب ہوا ہے یا اُن کی اجتہادی غلطی تھی۔ (مزید دیکھو آخرِ تمہید و آخرِ گنہگار و ریا کار مسلمان)۔ اب کوئی وجہ نہ رہی تھی کہ راقم رجوعِ سلیمان ندویؒ کی اصل کہانی سمجھنے، پھر اسے سیرت النبیؐ اشاعت ۲۰۱۹ء شبلی اکیڈمی، انڈیا میں درج کرانے کی تکمیل کرنے، اور پھر اِن الفاظ (کفار ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مُدّت کے لئے) کی تلاش میں کامیابی حاصل کر لینے کے بعد، اب بذریعہ رسالہ ھٰذا اِس ''تحقیقی امانت'' کو اُمت مسلمہ تک منتقل و محفوظ نہ کرتا۔ میں نے اِس امانت کو اب آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ گواہ رہنا، اِس کو آگے پہنچاتے رہنا۔

الحمدللہ، میں آج بروز پیر ۶ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۰ جنوری ۲۰۲۲ء اِس رسالہ سے فارغ ہوا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِا اللّٰهِ ،اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُئُومِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

طالبِ دُعا

ڈاکٹر شبیر حسین سندھو

رحیم یار خان۔ پاکستان

☆.....

دار النعیم
DARULNAEEM
PUBLISHER & PRINTER OF
AUTHENTIC ISLAMIC LITERATURE.
Cell: 0301-4441805